

ایما رجل قال لاخيه يا كافر فقد باء بها احد هما
جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے وہ کفر ان دونوں میں سے ایک پر پڑتا ہے
(حدیث متفق علیہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا
اور سب کے سب اللہ کے عہد کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو
(آل عمران ۱۰۳)

تحفظ ختم نبوت کا حقیقی داعی و احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

دہلی

چودھویں صدی

ماہنامہ

مدیر اعزازی
عبدالغفار

میں علی روس الا شہاد گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں
اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا نہ نیا۔ (فرمان مجدد صد چہار دہم)

ممتاز عالم

اروپے

سلانہ چندہ۔ ۱۰۰ روپے بیرون ملک ۱۰ پونڈ۔ ڈالر امریکن ۱۲ ڈالر

فی شمارہ

شمارہ نمبر ۹-۱۰

نومبر / دسمبر ۲۰۰۰ء مطابق شعبان، رمضان ۱۴۲۱ھ

جلد نمبر ۱

ارشادات حضرت مجدد صد چہار دہم
تمام قسم کی بھلائیاں قرآن حکیم میں ہیں..... سب سے اوّل قرآن ہے جس میں خدا کی توحید اور جلال اور
عظمت کا ذکر ہے اور جس میں ان اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یہود اور نصاریٰ میں تھے۔ اسی طرح قرآن میں منع
کیا گیا ہے کہ بجز خدا کے تم کسی چیز کی عبادت نہ کرو۔ نہ انسان کی نہ حیوان کی نہ سورج کی۔ نہ چاند کی، اور نہ کسی اور
ستارہ کی اور نہ اسباب کی اور نہ اپنے نفس کی۔ سو تم ہو شیار ہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک
قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ کتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی
نالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور
باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تندر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو، ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ
کیا ہو۔۔۔ الخیر کلہ فی القرآن، کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر
جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔

اس شمارے کو

رمضان نمبر کے طور
پر شائع کیا جا رہا ہے۔
جس میں ماہ رمضان
ال مبارک اور اس کے
روزے اور دیگر متعلقہ
نظری عبادتوں پر مفصل
مضامین قرآن و حدیث
کی روشنی میں درج کئے
گئے ہیں۔

تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی
جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں
جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔

الہامی گروہوں و مذاہب میں بھی فاقہ کشی کو تپسیا کی بنیاد مانا گیا ہے اس کے علاوہ سینکڑوں امراض ایسے ہیں جن کے دفعیہ کے لئے حکیم اور ڈاکٹر غذا سے پرہیز اور فاقہ تجویز کرتے ہیں۔

اسلامی روزہ اپنی غایت کے اعتبار سے تو تقویٰ کا سبب ہے اور اپنی نوع کے اعتبار سے دیگر اقوام و مذاہب کی فاقہ کشی سے قطعاً مختلف ہے ان کے نزدیک یہ محض ضبط نفس اور خواہش پر قابو پانے کی مشق ہے مگر اسلام میں اس کی نوعیت یہ ہے کہ اس کی بنیاد اللہ کی تابعداری ہے۔ روزہ کے سبب سے مسلمان کو قدم قدم پر اللہ کی حاکمیت کا احساس رہتا ہے۔

روزوں کے لئے اللہ تعالیٰ رمضان کا مہینہ ہی مقرر نہیں فرمایا بلکہ اس مبارک مہینہ میں قرآن کا نزول ہوا گویا ایک طرف روزوں کے ذریعہ عمل تابعداری کا سبق دیا گیا دوسری طرف ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس آخری کتاب کی طرف متوجہ کیا گیا جو قیمت تک انسانیت کی رہبری کے لئے آخری نبی محمد ﷺ پر نازل کی گئی۔ پھر ان دنوں میں اسکی تلاوت کی خصوصی تاکید کی گئی اور اس کا ذریعہ تراویح ٹھہرایا گیا۔ مقصد یہ ہوا کہ توڑا تو ہم کلام اللہ کو دہرائیں اور عملاً تابعداری میں وقت گذاریں۔

روحانی ترقی روزہ کا اصل مقصد ہے مگر اس کے علاوہ روزہ بہت سے اخلاقی اور طبی فوائد کا سرچشمہ بھی ہے۔ روزہ سے ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جفاکشی اور ہمت و استقلال کی صلاحیتیں نشوونما پاتی ہیں چونکہ خود روزہ دار کو بھوکا پیاسہ رہنا پڑتا ہے اس لئے سوسائٹی کے غریب و تنگدست طبقہ اور بھوکے پیاسے لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ خیرات، زکوٰۃ، صدقات کی شکل میں دو لمند اہل نصاب حضرات مستحقین کے ساتھ تعاون کرتے ہیں روزہ سے جسمانی صحت پر بھی خوشگوار اثر پڑتا ہے مغربی ڈاکٹروں نے پوری تحقیق و ریسرچ اور عملی تجربات کے بعد روزہ کے طبی فوائد اور جسمانی صحت پر اسکے خوشگوار اثرات کا اعتراف کیا ہے۔ ڈاکٹر مارگولیس نے اپنی لیبارٹری میں مختلف مذاہب کے روزہ داروں کا مشاہدہ کرنے کے بعد اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ روزہ سے جسم انسانی پر مضر صحت اثر نہیں پڑتا۔

قارئین حضرات دسمبر کا مہینہ رمضان المبارک کے علاوہ جماعت احمدیہ لاہور کے سالانہ دعائیہ اجتماع کا مہینہ ہے عید الفطر کا پڑھتے تو اس کا بھی اسی ماہ کے آخر میں ہے اسکے علاوہ عیسوی کلیڈر کے مطابق یسوی صدی کا سب سے آخری مہینہ بھی ہے۔

آئیے ہم اس مقدس مہینہ میں عہد کریں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے دین کی سربلندی کے لئے دامن دامن سے سخنے یعنی تن من دھن سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کے ذریعہ فروغ اسلام کے کاموں میں تعاون کریں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

قارئین حضرات السلام علیکم رحمته اللہ وبرکاته

رمضان المبارک کا مہینہ ہم پر سایہ نکلن ہے

رمضان المبارک کا مہینہ مسلمانوں کے لئے حق تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے یہ رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ بڑے اشتیاق کے ساتھ ماہ رمضان المبارک کا انتظار فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو اس ماہ مبارک کی رحمتوں اور برکتوں سے فیضیاب ہونے کی ترغیب فرمایا کرتے تھے۔ رمضان کے روزے ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئے اور احکام بتدریج نازل ہوئے۔ رمضان رمض سے مشتق ہے اور رمض عربی زبان میں اس گرم ہوا کو کہتے ہیں جو گرمیوں کے موسم میں دوپہر کو چلتی ہے اور جس کی تیزی سے درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں اور اونٹ کی ہڈی تک کا گودا خشک ہو جاتا ہے۔ ماہ رمضان میں اسی طرح گناہ بھی جھڑ جاتے ہیں رمض سے رمضان کی یہی مناسبت ہے۔ صوم یعنی روزے کے اصلی معنی لغت میں امساک اور روکنے کے ہیں لیکن شریعت نے اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ تین چیزوں سے رکنے کو صوم کہتے ہیں یعنی کھانا، پینا اور جماع کرنا اور یہ تین چیزوں سے رکننا صحیح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔ روزہ کا اصل مقصد بھوکا پیاسہ رہنا نہیں بلکہ اصل غرض اور روح یہی ہے جسکی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے تم پر روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ کا اصل مقصد بھی پرہیزگاری اور تقویٰ کی تحصیل ہے اگر کسی روزہ دار میں روزہ سے آثار و فوائد پیدا نہیں ہوتے تو اس میں روزے کا قطعاً قصور نہیں اس کی ذمہ داری خود روزہ دار پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے روزہ کی برکات اور اس کے فوائد حاصل کرنے کے لئے روزہ دار پر لازم ہے کہ روزہ رکھتے وقت اس مقصد کو اپنے سامنے رکھے اور صبح سے شام تک ایک لمحہ بھی اس مقصد سے غافل نہ ہونے پائے۔ اسلام میں پورے ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ۔

”اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے تاکہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو“ (القرآن)

ارشاد نبوی ہے

جس نے ایمان و احتساب سے رمضان کے روزے رکھے اس کے

تمام گزشتہ گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

روزہ صرف مسلمانوں پر ہی فرض نہیں ہو بلکہ دیگر الہامی مذاہب و اقوام میں بھی اس کا ذکر اور وجود ملتا ہے جس کا قرآن مجید خود شاہد ہے غیر

روزہ کا فلسفہ اور اسکے احکام و مسائل

قرآن و حدیث کی روشنی میں

از مولانا محمد علی لاہوریؒ

نے فرمایا کہ مسلمان موسیٰ سے یہود کی نسبت زیادہ قریب ہیں اور حکم دیا کہ اس دن روزے کا دن منایا جائے۔

ایک عالمگیر نظام

قرآن مجید میں روزے کے مضمون پر صرف ایک جگہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ یعنی سورۃ بقرہ کے ۲۳ ویں رکوع میں اگرچہ دوسرے موقعوں پر بعض حالات میں بطور کفارہ یا فدیہ روزہ رکھنے کا ذکر آتا ہے۔ یہ رکوع اس ذکر سے شروع ہوتا ہے کہ روزے کا نظام ایک عالمگیر نظام ہے۔ فرمایا:

ياايها الذين امنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون ۵ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے ان لوگوں کے لئے جو تم سے پہلے تھے فرض کئے گئے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

آیت بالا میں الفاظ ”کما كتب على الذين من قبلكم“ کی صداقت کا ثبوت مذہبی تاریخ سے ملتا ہے۔ روزہ رکھنے کا عمل کم و بیش عالمگیر عمل ہے۔ اور قریب قریب تمام اعلیٰ مذاہب میں جو خدا کی طرف سے آئے پایا جاتا ہے۔ اگرچہ تمام مذاہب میں اس پر یکساں زور نہیں دیا گیا اور اس کے طریقہ اور اغراض و مقاصد میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا بینیکا میں لکھا ہے کہ:-

”اس کے طریقہ، اور اس کی اغراض، آب و ہوا، قوم و نسل اور تہذیب و تمدن اور دوسرے حالات کے پیش نظر بہت کچھ مختلف ہیں لیکن کسی ایسے قابل ذکر مذہب ہی سلسلے کا نام لینا مشکل ہے جس میں روزہ سے کلیتہً انکار کیا گیا ہو اور اسے تسلیم نہ کیا جاتا ہو“

انسائیکلو پیڈیا کے نامہ نگار کے نزدیک صرف کئیو ش مذہب ہی ایک استثناء ہے۔ جس میں روزہ نہیں پایا جاتا، زرتشتی مذہب جسے بعض

صوم صوم کے اصل معنی مطلق طور پر پرہیز کے ہیں (الامساک عن الفعل) اور کھانے پینے بولنے یا ادھر ادھر حرکت کرنے سے پرہیز اس کے معنوں میں شامل ہیں۔ ہناریں ایک گھوڑے کو جو ادھر ادھر حرکت کرنے یا چارہ کھانے سے پرہیز کرے صائم کہتے ہیں اور ہوا کو جب دھیمی ہو اور دن کو جب وسطی نکتہ پر ہو صوم کہتے ہیں۔ بات چیت سے پرہیز کے معنوں میں یہ لفظ قرآن مجید کی ابتدا کی متنی وحی میں استعمال ہوا ہے:-

فقولي انى نذرت للرحمن صوما. فلن اكلم اليوم انسيا (سورہ مریم آیت ۱۶) ”کو میں نے رحمن کے لئے اپنے اوپر صوم (روزہ) واجب کیا ہے اس لئے میں آج کسی سے کلام نہیں کروں گی“ شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں صوم یا صیام کے پوہ پھٹنے سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کرنے کے ہیں۔

اسلام میں روزے کا حکم

اسلام میں روزہ کا حکم نماز کے بعد آیا ہے۔ روزے ہجرت کے دوسرے سال مدینہ میں فرض ہوئے اور ان کے لئے رمضان کا مہینہ مخصوص کیا گیا۔ قبل ازیں حضرت نبی کریم صلعم اپنے طور پر محرم کی دسویں تاریخ کو نفلی روزے رکھا کرتے تھے۔ اور حضورؐ نے اپنے تبعین کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اور بقول حضرت عائشہؓ یہ تمام قریش کے لئے روزے کا دن تھا۔ اس لئے اسلام میں روزے کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جب کہ حضرت نبی کریم ﷺ ابھی مکہ میں ہی تشریف فرما تھے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ بعد از ہجرت مدینہ میں حضرت رسول کریم ﷺ نے یہود کو دسویں محرم کو روزہ رکھنے دیکھا اور جب حضور ﷺ کو بتایا گیا کہ اس دن حضرت موسیٰ نے فرعون کے ہنجر استبدادیت سے رہائی پانے کی خوشی میں روزہ رکھا تھا تو حضور ﷺ

تھے۔ اس طرح عام طور پر کسی مصیبت یا کسی افسوسناک واقعہ کی یادگار روزہ سے قائم کی جاتی تھی۔ حضرت موسیٰ کا چالیس دن روزے رکھنا جس پر حضرت عیسیٰ نے بھی بعد میں عمل کیا صرف ایک ہی استثنائی صورت معلوم ہوتی ہے اور یہ روزے وحی کے آنے سے پہلے بطور تمہید رکھے گئے تھے عیسائیت نے روزہ کے متعلق کوئی جدید مفہوم پیش نہیں کیا۔ اور حضرت مسیحؑ کے یہ الفاظ کہ جب دُولمآن سے جدُا کیا جائے گا تب ان دنوں میں روزہ رکھیں گے۔ روزہ کے اس یہودی تصور کی تائید کرتے ہیں جو کسی ماتم یا قومی صدمہ سے تعلق رکھتا ہے۔

کسی..... غم یا کسی مصیبت کے وقت روزہ کے ذریعے اپنے نفس پر اختیاری تکلیف وارد کرنے کی تہ میں ناراض معبود کو خوش کرنے اور اس کے رحم کو جوش میں لانے کا تصور پایا جاتا ہے، یہ خیال کہ روزہ ایک توبہ کی صورت ہے اسی تصور کی ایک تدریجاً ترقی یافتہ صورت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ مصیبت یا دکھ کو کسی گناہ کا نتیجہ ہی سمجھا جاتا تھا اور اس طرح سے روزہ دل کی تبدیلی کی جو نہایت سے پیدا ہوا ایک ظاہری علامت بن گیا۔ لیکن اسلام نے اس عمل کو ایک نہایت بلند مفہوم دیا ہے۔ اختیاری ریاضت کے ذریعے خدا کے غضب کو ٹھنڈا کرنے یا اس کے رحم کو جوش میں لانے کے تصور کو اسلام نے قطعاً مسترد کر دیا۔ اور اس کی بجائے افراد یا قوم کے حالات سے قطع نظر باقاعدہ اور مسلسل روزوں کا نظام قائم کر کے اس کو نماز کی طرح انسان کے باطنی قویٰ کی ارتقا کا ایک ذریعہ قرار دیا ہے۔ اگرچہ قرآن مجید بعض حالات میں احکام شرعی کے توڑنے پر تلافی یافتہ یا کفارہ کے طور پر روزے رکھنے کا ذکر کرتا ہے لیکن یہ ماہ رمضان کے فرض روزوں سے بالکل جدُاگانہ چیز ہے۔ اور ان کو کسی خیراتی کام مثلاً غرباء کو کھانا کھلانے یا ایک غلام کو آزاد کرنے کی متبادل صورت کے طور پر بیان کیا ہے۔ روزے کا نظام اسلام میں ایک اعلیٰ پایہ کی روحانی، اخلاقی اور جسمانی تربیت کا حکم رکھتا ہے۔ اور اس کی وضاحت اس امر سے ہوتی ہے کہ اس کی ہیئت اور اس کی غرض و غایت دونوں میں تبدیلی کر دی گئی ہے اس نظام کو مستقل قرار دیکر مصیبت، دکھ، یا گناہ کے تمام تصورات سے اسکو الگ کر دیا ہے۔ اور اس کا اصل مقصد لعلکم تتقون کے بلیغ الفاظ میں بیان فرمایا ہے لفظ اتقا جس سے تقون مشتق ہے، کے معنی ہیں ایک چیز کی اُن امور سے حفاظت کرنا جو اس کو نقصان یا ضرور پہنچائیں۔ یا اپنے نفس کو ان امور سے بچانا جن کے فوج نتائج کا

اوقات ایک دوسرا استثنا سمجھا جاتا ہے ان کے ہاں بھی کم از کم پروہتوں کو یہ حکم ہے کہ سال میں پانچ سے کم روزے نہ رکھیں۔ موجودہ عیسائیت اگرچہ آج اس قسم کی مذہبی عبادات کو چنداں اہمیت نہیں دیتی تاہم بائبل میں مسیحیت نے نہ صرف خود چالیس دن کے روزے رکھے اور ایک سچے پچے یہودی کی طرح کفارہ کے دن (Day of Atonement) بھی روزہ رکھا بلکہ اپنے شاگردوں کو بھی روزہ رکھنے کی تلقین کی:-

”اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اور اس نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں تاکہ لوگ ان کو روزہ دار جانیں..... بلکہ جب تم روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور منہ دھو“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کے شاگرد روزہ رکھتے تھے لیکن اس قدر کثرت سے نہیں جس قدر ”یوحنا پتسمہ دینے والے“ کے شاگرد رکھتے تھے۔ اور جب آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ جب میں ان میں سے چلا جاؤں گا تو یہ زیادہ کثرت سے روزہ رکھا کریں گے۔ ابتدائی عیسائیوں کے متعلق بھی ذکر آتا ہے کہ وہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ بلکہ سینٹ پال نے بھی روزہ رکھا۔

اسلام نے روزے کو ایک نیا مفہوم دیا

گروڈن کا اپنی کتاب ”بائبل کن کارڈینس“ میں یہ لکھا کہ روزہ قوموں میں ماتم، غم مصیبت کے وقت رکھا جاتا تھا واقعات کی رُو سے صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یہود میں عام طور پر ماتم یا غم کی نشانی کے طور پر روزہ رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت داؤد کے متعلق ذکر آتا ہے کہ آپ نے اپنے صغیر السن سچے کی علالت کے دوران میں سات دن کے روزے رکھے۔ اور ماتم کے نشان کے طور پر روزے کا ذکر سیموئیل باب ۳۱ آیت ۱۳ میں اور دوسرے مقامات پر آتا ہے۔ یوم کفارہ (Day of Atonement) کے علاوہ جو شریعت موسوی میں روزہ کا دن مقرر کیا گیا تھا۔ لوگوں کو حکم تھا کہ وہ اپنے نفوس کو مشقت میں ڈالیں ”جبکہ مذہبی پیشوا انہیں گناہوں سے پاک صاف کرنے کیلئے اُن کے لئے کفارہ..... کرتے تھے۔ خروج کے بعد بہت سے دوسرے دنوں میں روزہ رکھنے کا رواج ہو گیا جو یہود کی سلطنت کے زوال کے سلسلہ میں بہت سے اندوہناک واقعات کے رونما ہونے کی یاد میں رکھے جاتے تھے۔ ان میں سے چار دن باقاعدہ روزہ کے دن ہو گئے۔ جو یروشلم کے محاصرہ کی ابتداء۔ اس کے مفتوح ہونے اور ہیکل کی تباہی اور رہنما کے قتل کی یادگار میں رکھے جاتے

من صام رمضان ايماناً واحتساباً جو کوئی رمضان میں حجھ پر ایمان رکھتے ہوئے اور میری رضا کے لئے روزے رکھتا ہے۔
اور حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا :-

الصيام جنة فلا يرفث ولا يجهل والذي نفسي
بيدي لخلف فم الصائم اطيب عند الله تعالى من ربح
المسك يترك طعامه وشرابه وشهوته من اجلي الصيام لي
یعنے روزہ ایک ڈھال ہو اس لئے روزہ دار کو بخش اور جمالت کی
باتیں زبان پر نہیں لانی چاہئیں..... اور یقیناً روزہ دار کے منہ کی بو خدا
کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ وہ میری خوشی
حاصل کرنے کے لئے کھانے پینے اور دوسری خواہشات سے رکھتا ہے۔
روزہ میرے لئے ہے۔

نفس انسانی کے لئے کھانے پینے کی خواہش سے بڑھ کر اور کوئی
خواہش نہیں ہو سکتی۔ اور باوجود اس امر کے کہ ایک شخص کے پاس خورد
ونوش کے سامان بچھرت موجود ہیں پھر بھی نفس کی ان خواہشات کو
محض ایک دودھ ہی نہیں کہ اتفاقاً ایسا ہو جائے بلکہ روزانہ..... پورے
ایک مہینہ تک باقاعدہ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیا جاتا ہے کہ
انسان تقرب الی اللہ کے عظیم الشان مقصد سے ہمکنار ہو۔ ایک شخص کو
بہتر سے بہتر خوراک میسر ہے۔ تاہم وہ اپنے آپ کو بھوک کی شدت میں
بتلا رکھتا ہے۔ پینے کے لئے ٹھنڈے سے ٹھنڈا پانی اور میٹھے سے میٹھا
شربت موجود ہے۔ مگر پھر بھی پیاس سے دم نکل رہا ہے۔ اور وہ نہ کھانے
کو ہاتھ لگاتا ہے اور نہ پانی کو محض اس لئے کہ یہ خدا کا حکم ہے کہ ایسا نہیں
کرنا چاہئے۔ گھر کے اندرونی پردوں کے اندر شربت کا ایک گلاس پی کر
انسان اپنی پیاس بھالے تو اسے کون دیکھتا ہے لیکن خدا کے حاضر ناظر
ہونے کا خیال اس قدر دل پر مستولی ہے کہ وہ ایک قطرہ بھی اپنی زبان پر
نہیں لاتا۔ جب کوئی نیا جذبہ بھی اس کے سامنے آتا ہے تو وہ اس پر بھی
غالب آجاتا ہے کیونکہ خطرناک سے خطرناک لمحات میں ایک آواز اندر
سے آتی ہے ”خدا میرے ساتھ ہے خدا مجھے دیکھتا ہے۔“ خدا تعالیٰ کے
قرب اور اس حاضر و ناظر ہونے کا جو گہرا نقش رمضان کے مہینے کا ہر دن
انسان کے دل پر پیدا کرتا ہے وہ سخت سے سخت ریاضت سے بھی جو انسان
خود تجویز کرے پیدا نہیں ہو سکتا۔ خدا کا حاضر ناظر ہونا جو دوسروں کے
لئے محض ایک اعتقادی چیز ہے۔ روزہ دار کے لئے ایک حقیقت نفس

خوف داعیغیر، ہو لیکن اس کے علاوہ یہ لفظ قرآن مجید میں فرائض کی
انجام دہی پر بھی آزادانہ استعمال ہوا ہے جیسے سورۃ النساء آیت ۱۱ میں
جہاں لفظ ارحام، ”اتقوا“ کا مفعول واقع ہوا ہے۔ یا عام طور پر الفاظ
اتقوا اللہ میں جہاں اللہ اتقوا کا مفعول ہے اس لئے ان تمام صورتوں
میں اتقا کے معنی ہیں فرائض کی سرانجام دہی۔ درحقیقت قرآن مجید کی
زبان میں متقی ہونا روحانی ارتقاء کی سب سے بلند منزل پر فائز ہونا ہے۔
والله ولي المتقين (سورۃ الجاثیہ) اور اللہ متقیوں کا دوست ہے
فان الله يحب المتقين (سورۃ آل عمران) پس اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے
ان الله يحب المتقين (سورۃ التوبہ) اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے
ان الله مع المتقين (سورۃ البقرہ) اللہ متقیوں کے ساتھ ہے
والعاقبة للمتقين (سورۃ الاعراف) اچھا انجام متقیوں کے لئے ہے
والعاقبة للمتقين (سورۃ القصص) اور متقیوں کے لئے اچھا انجام ہے۔
ان للمتقين لحسن مآب (سورۃ ص) بیشک متقیوں کے لئے اچھا ٹھکانہ ہے۔
یہ اور اس قسم کی بہت سی دیگر آیات بوضاحت ظاہر کرتی ہیں کہ
قرآن مجید کی رو سے متقی وہ شخص ہے جو روحانی ارتقا کی اعلیٰ ترین منزل پر
فائز ہو، اور چونکہ دونوں کا مقصد متقی بنانا ہے۔ اس لئے نتیجہ صاف ظاہر
ہے کہ قرآن مجید نے روزے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ انسان روحانی
بلندیوں پر فائز ہو سکے۔

ایک روحانی تربیت

اسلام کی رو سے روزہ دراصل ایک روحانی تربیت ہے قرآن مجید
نے دو موقعوں پر روزہ رکھنے والوں کو سناح فرمایا ہے۔ (جو سناح سے
ہے جس کے معنی ہیں اُس نے سفر کیا) پس سناح کے معنی روحانی سفر
کرنے والا۔ اور ایک امام کی سند کی رو سے جب ایک شخص کھانے پینے
اور تمام قسم کی برائیوں سے پرہیز کرے تو وہ سناح کہلاتا ہے۔ رمضان کا
ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید خاص طور پر قرب باری کا ذکر کرتا ہے گویا
اس کا حصول روزے کا اصل مقصد ہے۔ اور اس کے آگے فرماتا ہے :-
فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون پس وہ (روزہ کے
ذریعہ) میری فرمانبرداری کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ (میری طرف)
رستہ پائیں۔

حدیث میں بھی اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ روزے کا
اصل مقصد رضائے الہی کی تلاش ہونا چاہئے :-

چاند مساوات کا ایسی جامع اور ہمہ گیر تحریک کا پیغام لے کر آتا ہے جو صرف ایک ہی قرب و جوار ایک ہی شہر اور ایک ہی ملک تک محدود و محصور نہیں بلکہ تمام دنیائے اسلام کو اپنے حلقہ اثر میں لئے ہوئے ہے۔ امیر اور غریب مسجد میں ایک ہی صف میں دو دو کھڑے ہو سکتے ہیں مگر اپنے گھروں میں مختلف ماحول میں رہتے ہیں۔ امراء میزوں پر بیٹھے ہیں جن پر انواع و اقسام کے لذیذ سے لذیذ کھانے لگے ہوتے ہیں اور وہ دن میں پانچ چھ دفعہ خوب پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔ مگر غرباء کی یہ کیفیت ہے کہ انہیں دن میں دو دفعہ بھی بمشکل کھانا نصیب ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات ان حرمان نصیبوں کو بھوک کی وہ تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں کہ امراء ان سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ جب یہ صورت حالات ہو تو امراء غرباء کی تکالیف کا کس طرح اندازہ لگا سکتے اور کس طرح ان کے دل میں ان کے لئے ہمدردی کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جہاں تک گھریلو زندگی کا سوال ہے ان دو طبقوں کے درمیان معاشرت کی آہنی دیوار حائل ہے۔ اور یہ دیوار ہی اسی صورت میں ڈور کی جاسکتی ہے جب امراء کو اپنے غریب بھائیوں کی طرح بھوک کی تکلیفوں کا احساس دلایا جائے۔ اور وہ دن بھر بھوکے رہیں اور اس تجربہ سے صرف ایک یا دو دن ہی نہیں کامل ایک ماہ تک گذرنا پڑتا ہے۔ اس طرح امراء اور غرباء اس معاملہ میں ایک ہی سطح پر لائے جاتے ہیں اور دونوں کو دن میں صرف دو دفعہ کھانے کی اجازت دی جاتی ہے اگرچہ کھانے ایک ہی نوعیت کے نہ ہوں تاہم امراء کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ”خاصہ“ کی لمبی چوڑی فرست کو ذرا کم کر دیں اور کسی قدر سادہ خوراک پر اکتفا کریں تاکہ وہ اپنے غریب بھائیوں کے ذرا قریب ہو جائیں۔ یہ طرز عمل فی الواقعہ امراء کے دل میں غریب کی ہمدردی کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ غرباء کی امداد کے لئے خاص طور پر حکم دیا گیا ہے۔

روزہ کا اثر انسان کی جسمانی حالت پر

گو بظاہر یہ صحیح معلوم نہ ہو مگر حقیقتاً اس میں شک نہیں کہ مقرر کردہ اوقات کے دوران میں کھانے پینے سے پرہیز انسان کی اشتہا کو بڑھاتا ہے۔ جس طرح زمین کو ایک عرصہ بغیر کاشت چھوڑ دینے سے وہ زیادہ زرخیز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح تو اے انضمام کو پورا ایک مہینہ آرام دینے سے وہ زیادہ مضبوط اور زیادہ طاقتور ہو جاتے ہیں کیونکہ جسم کے تمام اعضا اس طرح بنائے گئے ہیں کہ آرام ان کے کام کرنے کی طاقت کو

الامری بن جاتی ہے۔ اور یہ اس روحانی تربیت کا ثمرہ ہے جو روزہ میں مضمر ہے۔ ایک اعلیٰ اور ارفع زندگی کا شعور اس کے اندر پیدا ہو جاتا ہے جو اس زندگی سے بالاتر ہے جس کا قیام کھانے پینے سے وابستہ ہے۔ اور یہی روحانی زندگی ہے۔

ایک اخلاقی تربیت

روزے کے اندر ایک اخلاقی تربیت بھی مضمر ہے کیونکہ یہ ایک ایسی تربیت گاہ ہے جہاں انسان کو زندگی کا سب سے بڑا سبق سکھایا جاتا ہے۔ اور وہ سبق یہ ہے کہ ان فبیح عادتوں میں مبتلا ہونے کی بجائے جن سے منع کیا گیا ہے شدید سے شدید مصیبتوں کے جھیلنے اور سخت سے سخت آزمائشوں میں گزرنے کے لئے تیار ہونا چاہئے۔ یہ سبق ہر روز کامل ایک ماہ تک سکھایا جاتا ہے اور ٹھیک اسی طرح جس طرح جسمانی ورزش انسان کے جسم کو مضبوط اور توانا بنا دیتی ہے اسی طرح روزہ کے ذریعہ ہر چیز سے جو ممنوع ہے پرہیز کرنے کی ورزش زندگی کے اخلاقی پہلو کو مضبوط بنا دیتی ہے۔ یہ خیال کہ ہر ناجائز چیز سے بچنا چاہئے اور ہر بُرائی سے نفرت کرنی چاہئے، روزے کے ذریعہ پروان چڑھتا ہے۔ روزے کے ذریعے انسان کے اخلاقی ارتقا کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کو سفلی جذبات پر قابو پانے کے لئے تعلیم دی جاتی ہے وہ باقاعدہ اوقات معینہ پر کھانا کھاتا ہے اور اس میں کیا کلام ہے کہ یہ زندگی کا ایک پسندیدہ اصول ہے۔ بلکہ ایک ماہ کے روزے اسے یہ اعلیٰ ترین سبق سکھاتے ہیں کہ خواہشات اور جذبات نفسانیہ کا غلام بننے کی بجائے اسے ان پر حاکم ہونا چاہئے اور اس میں صلاحیت ہونی چاہئے کہ جب چاہے اپنی زندگی کی روش کو تبدیل کر لے وہ شخص جو اپنی خواہشات پر حکومت کرنے اور جس طرح چاہے ان سے کام لینے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس میں قوت ارادی اس قدر ترقی کر جائے کہ وہ اپنے نفس پر حکومت کر سکے وہی شخص درحقیقت سچی اخلاقی عظمت کا مالک ہے۔

روزہ کی سوشل یا معاشرتی اہمیت

روحانی اور اخلاقی اقدار کے علاوہ روزہ کو ایک معاشرتی اہمیت بھی حاصل ہے۔ جو نماز کی اہمیت سے بھی زیادہ مؤثر ہے۔ امیر اور غریب بڑے اور چھوٹے ایک ہی قرب و جوار کے سب باشندے کامل مساوات کے رنگ میں دن میں پانچ دفعہ مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ لیکن رمضان کا

مقامات پر رہتے ہیں اور بھی زیادہ آسان طریق ہے۔ لیکن حدیث میں جو اوپر بیان کی گئی ہے یہ بھی اجازت دی گئی ہے کہ چاند نکلنے کا حساب کر کے فیصلہ کر لیا جائے۔ تاہم اگر رویت ہلال مشتبہ ہو تو روزہ رکھنے کی صریح ممانعت ہے۔

روزوں کے لئے ماہِ رمضان کا انتخاب

ماہِ رمضان میں روزہ رکھنے کا حکم قرآن مجید میں ان الفاظ میں آتا ہے:-
”شهر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ہدیٰ للناس و بینت من الہدیٰ والفرقان فمن شهد منکم الشهر فلیصمه“
”رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت کی اور حق و باطل کو الگ کر دینے کی کھلی دلیلیں ہیں پس جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پائے چاہئے کہ اس کے روزے رکھے۔“

اس حکم کے الفاظ سے واضح ہو گیا کہ روزوں کے لئے اس خاص مہینے کا تعین خالی از حکمت نہیں۔ اس مہینے کو اس لئے منتخب کیا گیا ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل ہوا۔ یہ ایک متعارف امر ہے کہ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے پچیس سال کے عرصہ میں نازل ہوا اس لئے رمضان میں اس کے نازل ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کا نزول پہلے اس مہینے میں شروع ہوا۔ اور یہ تاریخی طور پر بالکل صحیح ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلی وحی رمضان شریف کی چوبیسویں رات کو ہوئی جب آپ غار حرا میں تشریف فرما تھے۔ لہذا یہ رمضان کا مہینہ تھا جب انوار الہیہ کی پہلی تجلی حضرت نبی کریم کے قلب مطہر پر جلوہ ریز ہوئی۔ اور جبرئیل امین خدا کا پیغام لے کر حضور پر رونما ہوئے اس طرح سے مسلمان قوم کی روحانی تربیت کے لئے جو روزے کے ذریعہ عمل میں لائی جانے والی تھی رمضان کے مہینے کا تعین سب سے زیادہ مناسب سمجھا گیا۔ کیونکہ یہ حضرت نبی کریم ﷺ کی عظیم الشان روحانی تجلی کے مشاہدہ کا مہینہ تھا۔

روزوں کے لئے قمری مہینے کے انتخاب کی وجہ صاف ظاہر ہیں۔ جن خاص موسموں میں یہ مہینہ واقع ہوتا ہے ان کے فوائد اور مضرتوں میں سب دنیا برہر کی شریک رہتی ہے ایک کٹمی مہینہ میں دنیا کے ایک حصہ کو موسم کے لحاظ سے دنوں کے چھوٹے اور ٹھنڈے ہونے کا فائدہ پہنچتا اور دوسرے حصہ کو دنوں کے لمبے اور گرم ہونے کا نقصان اٹھانا پڑتا لیکن قمری مہینہ اسلام کی عالمگیر تعلیم کی روح کا آئینہ دار ہے۔ اس میں

بڑھا دیتا ہے۔ اور یہ امر بدیہی ہے کہ جس قدر تو اے انضمام کی طاقت زیادہ ہوگی اسی قدر انسان کا جسمانی نشوونما زیادہ ترقی پذیر ہوگا۔

لیکن روزہ کا ایک دوسرا اور زیادہ اہم جسمانی فائدہ بھی ہے۔ وہ انسان جو زندگی کی سختیوں کو برداشت نہ کر سکے جو حالات کے دگرگوں ہونے پر اس عیش و آرام کے بغیر جس کا وہ عادی ہے زندہ نہ رہ سکے اُسے جسمانی طور پر اس دنیا کی زندگی کے قابل نہیں سمجھا جاسکتا۔ ایسا انسان جو نہ ہی کسی مشکل یا مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے جس کا امکان احیاناً یقینی ہے، اس کی قوت برداشت جواب دے جاتی ہے۔ روزہ اس کو زندگی کی سختیوں کو برداشت کرنے کا عادی بناتا ہے یہ اس مقصد کے لئے ایک عملی سبق ہے۔ اور اس سے انسان کی قوت مدافعت کو ترقی ہوتی ہے۔

ماہِ رمضان

چند مستثنیات کے علاوہ جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا مسلمانوں پر ماہِ رمضان کے انتیس یا تیس روزے رکھنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ دنوں کی صحیح تعداد رویت ہلال پر منحصر ہے جو کبھی انتیس اور کبھی تیس دن کے بعد نظر آتا ہے۔ روزے رمضان کا نیا چاند دیکھنے پر شروع ہو جاتے ہیں اور شوال کے نئے ہلال کے ظاہر ہونے پر ختم ہوتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ:-

اِنَا اُمَّةٌ لَا نَكْتَبُ وَلَا نَحْسِبُ الشَّهْرَ هَكَذَا وَهَكَذَا
یعنی مرّةً تسعةً و عشرين و مرّةً ثلثین۔

ہم وہ اُمی لوگ ہیں جو نہ لکھتے ہیں نہ حساب رکھتے ہیں مہینہ اس طرح سے ہوتا ہے یا اس طرح یعنی کبھی انتیس کا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے رمضان شریف کا ذکر کیا اور فرمایا کہ:-

لا تصوّموا حتّٰی تروا اللّٰهلال ولا تفطروا حتّٰی تر وہ
فان غم علیکم فاقد روالہ۔ یعنی جب تک چاند نہ دیکھو روزہ نہ رکھو اور جب تک نیا چاند نہ دیکھو روزہ نہ توڑو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو اس کے نکلنے کا اندازہ کر لو۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ اگر ابر ہو تو تیس دن پورے کرنے چاہئیں۔ ان لوگوں کے لئے جو لکھنا نہیں جانتے تھے اور نہ حساب رکھنا نہیں آتا تھا چاند نکلنے پر روزہ رکھنا اور چاند نکلنے پر روزہ بند کر دینا آسان طریق تھا۔ اور عام لوگوں کے لئے جو دیہات میں اور دور دراز

ہے حضرت انسؓ کے متعلق روایت ہے کہ جب وہ اس قدر بوڑھے ہو گئے کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہی تو وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے تھے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کے متعلق روایت ہے کہ ان کے نزدیک الفاظ علی الذین یطیقونہ سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے لئے روزہ ایک ناقابل برداشت مشقت ہے جیسے بوڑھے آدمی بوڑھی عورت۔ اور بچے کو دودھ پلانے والی عورت..... ان سب کو انظار کی اجازت ہے اور روزہ کی بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا حکم ہے۔ حسن اور ابراہیم نے یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اصل مقصد اس کی تہ میں یہ ہے کہ کسی پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہ ڈالا جائے۔ بوڑھے لوگ جو بوجہ پیرانہ سالی ضعیف و نحیف ہو چکے ہوں بالبدابت روزہ سے معذور رکھے جانے کے قابل ہیں۔ حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو اس لئے معافی دی گئی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ روزہ رکھنے سے حمل یا دودھ پینے والے بچے کو یا اس کی ماں کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔ اور چونکہ وہ کافی عرصہ تک اس حالت میں رہے گی اس لئے اس کو معافی کی رعایت دی گئی ہے۔ ایسے لوگ جن کی صحت ناقص ہو اور جو اس قدر کمزور ہوں کہ روزہ رکھنے کی تاب نہ لا سکتے ہوں انہیں بیماروں کی صف میں ہی شمار کیا جائے گا۔ ابن تیمیہ نے اس اصول کو اور بھی وسعت دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ مشقت کی حالت میں روزہ ترک کیا جاسکتا ہے۔ ان کے نزدیک جنگ میں شریک ہونے والوں کو اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں خواہ وہ سفر میں بھی نہ ہوں۔ کیونکہ ان کے نزدیک جنگ کی تکالیف سفر کی صعوبتوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ اس سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ سخت محنت کی حالت میں مثلاً فصلوں کے کاٹنے کے وقت ان لوگوں کو جو اس کام میں مصروف ہوں روزہ کے التوا کا اختیار دیا جاسکتا ہے۔

بیماری اور سفر کی حدود کو متعین کرنا مشکل بات ہے۔ عطاء کی یہ رائے تھی کہ بیماری خواہ کچھ ہی ہو۔ خطرناک ہو یا معمولی بیمار کو اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کا حقدار ٹھہراتی ہے۔ لیکن عام طور پر یہی خیال ہے کہ رعایت صرف اس بیماری کی صورت میں ہے جس میں روزہ سے ضرر پہنچنے کا اندیشہ لاحق ہو۔ سفر کے متعلق حضرت نبی کریمؐ کا کوئی ارشاد اس کی حدود کی تعیین کے بارے میں نہیں ملتا۔ ایک صحابی حضرت دھیہؓ کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے ایک گاؤں تک جو ان کی جائے سکونت سے صرف تین میل کے فاصلہ پر تھا سفر کیا تو انہوں

موسم کے فوائد اور نقصانات سب پر یکساں حاوی ہوتے ہیں۔ دوسری طرف اگر ایک خاص مہینہ معین نہ کر دیا جاتا تو تنظیم کا جو فائدہ مد نظر ہے وہ ضائع ہو جاتا ہے۔ یہ ایک خاص مہینے کے انتخاب کا ہی نتیجہ ہے کہ اس کی آمد کے ساتھ ہی تمام دنیائے اسلام اس سرے سے اس سرے تک ایک ہی حرکت سے جنبش میں آجاتی ہے۔ اور یہ حرکت جو دنیائے اسلام میں رمضان کی آمد سے وقوع میں آتی ہے اپنی عظمت و شان اور اپنی ہمہ گیری میں روئے زمین پر اپنی نظیر آپ ہے۔ مغربی اُفق پر نتھسا سا ہلال نظر آتے ہی ہر، امیر و غریب، آقا اور غلام، حاکم و محکوم، احمر و اسود، شرقی اور غربی سب فوراً اپنی زندگی کے مسلک کو بدل ڈالتے ہیں۔ اور اس میں ٹیک نہیں کہ اس رُبع مسکون میں کسی ایسی ہمہ رس تحریک کی مثال نہیں مل سکتی۔ اور یہ ایک خاص مہینہ کو مخصوص کر دینے کا نتیجہ ہے۔

وہ لوگ جو روزہ سے مستثنیٰ قرار دئے جاسکتے ہیں

روزہ رکھنے کا حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو "اس مہینے کا مشاہدہ کریں۔" قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں "فمن شهد منکم الشهر" (فمن شهد مصدر شہادۃ سے نکلا ہے۔ جس کے معنی "گواہی دینے" کے ہیں)۔ بنا بریں روزہ رکھنے کا حکم ان کے لئے ہے جو رمضان کے مہینہ کو دیکھیں اس سے ظاہر ہے کہ وہ تمام لوگ جو ایسے مقامات پر رہتے ہیں جہاں بارہ مہینوں کی تقسیم نہیں پائی جاتی اس حکم کی تحدید سے باہر ہیں اور ان کے لئے روزہ فرض نہیں ہے۔

وہ لوگ جو روزہ سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے ہیں ان کا ذکر قرآن مجید میں ہے یا حدیث میں ہے۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کا جو مریض ہوں یا سفر پر ہوں ان الفاظ میں ذکر آتا ہے :-

فمن كان منكم مريضاً او على سفر فعدة من ايام اخر
وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين۔ "پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کی جائے اور جو اس میں مشقت پاتے ہوں وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں۔"

مریض اور مسافر کے لئے روزہ سے مطلق معافی نہیں ہے۔ مریض کے لئے بیماری سے شفا پانے اور مسافر کے لئے سفر کے ختم ہونے پر روزہ رکھنے کا حکم ہے لیکن طویل بیماری اور مستقل سفر کی صورتیں بھی ممکن ہو سکتی ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اجازت ہے کہ وہ ہر روزہ کے لئے (جو وہ چھوڑیں) ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ حدیث میں اور بھی وسعت دی گئی

تو اس پر حضورؐ نے جواب دیا کہ اگر تو چاہے تو روزہ رکھ لے اور اگر نہ چاہے تو نہ رکھ۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت نبی کریمؐ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے اور وہ جو روزہ رکھتے تھے وہ ان پر جو روزہ نہیں رکھتے تھے عیب نہیں لگاتے تھے۔ اور نہ ہی روزہ نہ رکھنے والے روزہ رکھنے والوں پر عیب لگاتے۔..... اس میں شک نہیں کہ حضرت نبی کریمؐ کی ایک حدیث یہ بھی ہے کہ ”حالت سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی کا کام نہیں۔“ لیکن یہ الفاظ اس شخص کے متعلق آپؐ نے فرمائے تھے جو روزہ کی وجہ سے سخت تکلیف میں تھا اور اس پر سایہ کرنے کے لئے لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو رہے تھے۔

بخاری میں اس باب کا عنوان بہت معنی خیز ہے :-

قول النبی صلعم لمن ظلل علیہ واشتد الحر لیس من البتر الصوم فی السفر۔ ”یعنی حضرت نبی کریمؐ صلعم کا ارشاد اس شخص کو جس پر سایہ کیا گیا اور گرمی بہت سخت تھی کہ سفر میں روزہ رکھنا بڑی نیکی کا کام نہیں ہے۔“ اس کے معنی بالبداهت یہ ہیں کہ سفر میں روزہ رکھنے میں تکلیف ہوتی ہو تو روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ اس موضوع پر احادیث کی بہت بڑی تعداد پائی جاتی ہے اور بعض ایک دوسری کی متناقض معلوم ہوتی ہیں مگر غالب شہادت اسی امر کی ملتی ہے کہ انسان کو روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

☆☆☆

اطلاع

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا (رجسٹرڈ) کے ممبران بورڈ کی چھٹی سہ ماہی میٹنگ مورخہ ۱۳-۱۵ اپریل ۲۰۰۱ء کو ہونا قرار پائی ہے لہذا تمام ممبران بورڈ تاریخ میٹنگ کا خصوصی دھیان رکھیں

(ادارہ)

☆☆☆

نے روزہ نہیں رکھا۔ بعض لوگ ان کی اس مثال کی اقتدا کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے۔ لیکن سفر کے متعلق آرایہ ہیں کہ سفر اتنا لمبا ہو جس میں ایک دن سے زیادہ عرصہ صرف ہو یعنی چوبیس گھنٹے بعض کے نزدیک سفر دو دن کا ہونا چاہئے اور بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ یعنی کم از کم تین دن کا ہونا چاہئے۔ لیکن سفر جب شروع کیا جائے روزہ افطار کر دینا چاہئے خواہ فاصلہ کتنا ہی ہو۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی ابو بصرہ غفاریؓ کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے فسطاط سے اسکندر یہ تک کشتی لی اور ابھی فسطاط کی عمارت نظر سے اوجھل نہیں ہوئی تھیں کہ انہوں نے روزہ افطار کر دیا۔ ہماری اور سفر کی رعایت کے متعلق یہ امر ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اگر بیماری اور سفر اس قدر ہو کہ انسان تکلیف محسوس کرے تو روزہ افطار کرنا چاہئے کیونکہ جہاں قرآن مجید میں اس رعایت کا ذکر آتا ہے اس کے بعد یہ الفاظ آتے ہیں :-

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ ”اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا“

بیماری اور سفر کی حالت میں افطار کرنے کی اجازت جیسا کہ الفاظ مذکورہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے اس شخص کے لئے ہے جو روزہ رکھنے کے لئے مکلف ہو مگر ایک قوی رائے یہ ہے کہ جس طرح ایک شخص کو حالت سفر میں نماز میں قصر کرنا چاہئے اسی طرح روزہ کے متعلق جو رعایت خدا نے دی ہے اس سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ مگر یہ بھی ملحوظ رہے کہ نماز اور روزہ کی صورت یکساں نہیں ہے۔ کیونکہ اگر بوجہ سفر روزے نہ رکھے جائیں تو اسی قدر بعد میں رکھنے ضروری ہیں مگر اختتام سفر پر قصر کی ہوئی نماز کے متعلق انسان پر کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہتی۔ لہذا بیمار اور مسافر کو اختیار ہے کہ اگر وہ تکلیف محسوس نہ کرے تو روزہ رکھ لے یا وہ خدا کی دی ہوئی رعایت سے فائدہ اٹھائے اور روزہ نہ رکھے قرآن مجید کے الفاظ میں رعایت کو جس انداز میں بیان کیا گیا ہے اس کی عکاسی بہت سی فقہ احادیث سے ہوتی ہے۔ ایسی احادیث بھی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود حضرت نبی کریمؐ نے ایک سفر کی حالت میں روزہ رکھا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک سفر میں سخت گرمی کے دن صرف حضرت نبی کریمؐ اور ابن رواحہؓ نے روزہ رکھا۔ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جب ایک شخص نے حضرت نبی کریمؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں سفر میں روزہ رکھوں یا نہ رکھوں اور پوچھنے والے کا رجحان روزہ رکھنے کا تھا

روزہ کن کے لئے لازمی ہے

(احکام و مسائل)

کہ میں تادم مرگ دن بھر روزہ رکھوں گا اور رات بھر عبادت کے لئے جاگا کروں گا۔ جب مجھ سے دریافت کیا گیا تو میں نے اقرار کیا کہ فی الواقع میں نے ایسا کہا تھا۔ اس پر حضرت سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو اس کی تاب نہیں لاسکے گا۔ اس لئے روزہ رکھ بھی اور روزہ نہ بھی رکھ۔ جاگ بھی اور نیند بھی کر اور مہینہ میں صرف تین دن تک نفلی روزے رکھ۔ کیونکہ نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔ اور تیرا یہ عمل ہر روز کے روزہ رکھنے کے برابر ہو گا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ اس پر حضور صلعم نے فرمایا کہ پھر ایک دن روزہ رکھ اور دو دن افطار کر۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں اس پر حضور صلعم نے فرمایا کہ پھر ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن چھوڑ دے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام اسی طرح روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور یہ نفلی روزوں کا بہترین طریق ہے۔“ میں نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ حضور صلعم نے فرمایا۔“ کہ بس اس سے بہتر طریق اور کوئی نہیں۔“

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے دراصل مہینہ میں تین دن تک روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ نفلی روزے متواتر اور بلا نامہ کسی صورت میں نہیں رکھنے چاہئیں۔ ایسی احادیث بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے شعبان کے آخری ایام میں نفلی روزے رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ ایام البیض یعنی قمری مہینہ کی تیرہویں چودھویں پندرہویں تاریخوں میں۔ یادو شنبہ کے دن یا پنجشنبہ کے دن۔ یا عرقہ کے دن یعنی عید الاضحیٰ سے ایک دن پہلے۔ یا شوال کے پہلے چھ دن یا محرم کے۔ یا ایام تشریق میں یعنی ذوالحجہ کی گیارہویں بارہویں اور تیرہویں تاریخوں میں یا عا شہرہ کے روز یعنی دسویں محرم کو نفلی روزے رکھنے کا حکم دیا۔ لیکن حضور کا اپنا عمل یہ تھا کہ حضور نے کبھی کوئی خاص دن اس کے لئے مخصوص نہیں فرمایا۔ جیسا کہ حدیث

قرآن مجید کے احکام ان کے لئے ہیں جو بالغ ہوں اور ایسا ہی روزے کے متعلق حکم ہے۔ امام مالک کی رائے میں صغیر السن بچوں کو روزہ نہیں رکھنا چاہئے مگر حضرت عمرؓ کا ایک قول بیان کیا جاتا ہے کہ ”ہمارے بچے بھی روزہ رکھ رہے ہیں۔“ غالباً یہ اس وقت کا ذکر ہے جب موسم زیادہ گرم نہ تھا اور مقصد یہ ہو گا کہ بچوں کو روزہ رکھنے کا عادی بنایا جائے۔ جو کچھ پہلے بیان کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف وہی لوگ روزہ رکھنے کے مکلف ہیں جو جسمانی طور پر اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں فقہائے کرام نے تین شرائط قائم کی ہیں۔ یعنی انسان بالغ ہو۔ قادر ہو (یعنی جسمانی طور پر صلاحیت رکھتا ہو) اور عاقل ہو۔ مستورات کے لئے اگر حیض سے فارغ ہوں روزہ رکھنا فرض ہے۔ گو حیض کی حالت میں عورت کو نماز کی پابندی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے مگر رمضان میں جو روزے وہ بوجہ حیض نہیں رکھ سکتی تھیں بعد میں ان کا پورا کرنا ان کے لئے ضروری ہے۔ یعنی اس بارے میں اس کا معاملہ ہمارا کی طرح ہے۔ بچہ کی پیدائش پر نفاس کے جاری ہونے کی صورت بھی حیض کی طرح ہی ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ اگر ماں بچے کو دودھ پلاتی ہو تو وہ روزے کی بجائے ایک مسکین کا کھانا دے سکتی ہے۔ ان تمام صورتوں میں جن میں بعد میں روزے رکھنے ضروری ہوں اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ خواہ ہمارا ہو یا مسافر یا حیض والی عورت اسے اختیار ہے کہ دوسرے رمضان کی آمد سے پہلے پہلے جب اور جس وقت چاہے روزوں کی تعداد پوری کرے۔

اختیاری یا نفلی روزے

اسلام کے چاروں ارکان نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ میں ایک حصہ تو فرض ہے اور دوسرا نفلی البتہ نفلی روزوں پر کچھ پابندیاں عائد کی گئی ہیں کیونکہ حدود سے تجاوز کرنا جسمانی کمزوری کا موجب ہو سکتا ہے۔ ”ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلعم کو میرے اس ارادہ کا علم دیا گیا

ذیل سے واضح ہوتا ہے :-

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ آیا آنحضرت ﷺ نے روزوں کے لئے کوئی خاص دن مخصوص کئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ (بخاری کتاب الصوم)

نفلی روزوں پر پابندیاں

عیدین کے دو دنوں میں نفلی روزہ رکھنے کی خاص طور پر ممانعت ہے۔ یہ بھی حکم ہے جمعہ کا دن نفلی روزے کے لئے خاص طور پر مقرر کر لیا جائے۔ ماہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ کے لئے مخصوص کرنا بھی منع ہے۔ دوسری پابندیاں یہ بھی ہیں کہ اگر نفلی روزے دوسرے فرائض کی بجائے اور ہی میں نفل ہو تو نہیں رکھنے چاہئیں۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ اور مذہبی فرائض کی بجائے اور ہی کے لئے انسان کو اس حد تک نہیں جانا چاہئے کہ دنیاوی فرائض کو ترک کر دے۔ مذہب کا مقصد یہ ہے کہ انسان میں ایک بہتر زندگی بسر کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔ اور نفلی روزے اسی صورت میں رکھنے چاہئیں جب اس مقصد کا پورا کرنا نظر ہو۔ اس امر کی وضاحت ابووردنہ اور سلمان کے واقعہ سے ہوتی ہے جن کے مابین حضرت نبی کریم صلعم نے عقدِ مواخاتہ قائم کیا تھا۔ حضرت سلمانؓ حضرت ابووردنہ سے ملاقات کے لئے ان کے گھر گئے اور دیکھا کہ ان کی بیوی کس مہر سی کی حالت میں پڑی ہے جب اس سے دریافت کیا گیا تو اسے کہا کہ ابووردنہ تارک الدنیا ہو گئے ہیں۔ جب ابووردنہ گھر آئے اور کھانا دیا گیا تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا کیونکہ انہیں روزہ تھا۔ اس پر سلمانؓ نے کہا کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک ابووردنہ انہیں کھائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کھایا (اور روزہ افطار کر دیا) جب رات ہوئی اور ابووردنہ تھوڑا سا آرام کرنے کے بعد بیدار ہو گئے تو سلمانؓ نے ان سے کہا کہ ابھی سو رہے ہیں۔ اور جب رات کا آخری پہر آیا تو دونوں نے نماز تہجد ادا کی تب سلمانؓ نے ابووردنہ سے کہا کہ یقیناً تیرے خدا کا تجھ پر حق ہے۔ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اور تیری بیوی بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ جب اس واقعہ کا ذکر حضرت نبی کریم صلعم سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا سلمانؓ نے سچ کہا اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاوند کو بیوی کی خاطر نفلی روزہ سے روکا گیا۔ اسی طرح بیوی کو بھی خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ اور جس طرح مذکورہ بالا مثال میں میزبان نے مہمان کے لئے روزہ افطار کیا ایسا ہی ایک

حدیث میں یہ ذکر آتا ہے کہ مہمان کو میزبان کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔

روزے بطور کفارہ

بعض حکموں کو توڑنے پر بطور کفارہ بھی روزے رکھنے کا حکم ہے۔ اس قسم کے روزے جن کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے :-

(۱) دو مہینے کے متواتر روزے جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو غلطی سے قتل کر دے اور باقی کو غلام آزاد کرنے کی استطاعت نہ ہو۔

(۲) دو مہینے کے متواتر روزے اگر خاوند سے ظہار صادر ہو۔ یعنی خاوند بیوی سے کہدے کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پشت اور اسے غلام آزاد کرنے کی استطاعت نہ ہو۔

(۳) تین دن کے روزے قسم کے کفارہ پر جس کی رُو سے انسان ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیتا ہے۔ اور اسے غلام آزاد کرنے کی استطاعت نہ ہو اور نہ دس مساکین کو کھانا کھلانے کی طاقت ہو۔

(۴) روزے حج کی حالت میں جانور کو مارنے کے کفارہ کے طور پر جن کا دو حکم (حج) فیصلہ دیں اور اس صورت میں مساکین کو کھانا نہ کھلا سکتا ہو۔

حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص ماہ رمضان میں ارادہ روزہ توڑ دے تو اس کے لئے بطور کفارہ دو ماہ متواتر روزے رکھے۔ یہ صورت اس وقت پیش آئی جب ایک شخص نے رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہمسری کی اور حضرت نبی کریم صلعم نے اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ مگر اس نے عرض کی کہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس پر حضرت نبی کریم صلعم نے پوچھا کہ وہ دو ماہ متواتر روزے رکھ سکتا ہے۔ اس کا جواب بھی اس نے نفی میں دیا۔ پھر حضور صلعم نے پوچھا کہ آیا وہ ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ اس کا جواب بھی اس نے نفی میں دیا۔ اس پر حضور نبی کریم صلعم نے انتظار کیا حتیٰ کہ کھجوروں کا ایک تھیلا حضور صلعم کے پاس صدقہ کرنے کے لئے آیا۔ حضور صلعم نے وہی تھیلا اس شخص کو دیا اور فرمایا کہ جاؤ اس کو غریب لوگوں میں صدقہ کر دو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مدینہ میں مجھ سے بڑھ کر کون غریب ہے؟ اس پر حضرت نبی کریم صلعم نے خوب ہنسے اور اس کو اجازت دی کہ وہ کھجوروں کا

مقصد خدا کی یاد تھا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ رکھنے کی نذر مانے تو اسے یہ نذر پوری کرنی چاہئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے اپنی ماں کا ذکر کیا جو فوت ہو گئی تھی۔ اور اس نے چند دنوں کے لئے روزہ رکھنے کی نذر مانی ہوئی تھی حضرت نبی کریم ﷺ نے اس کو نذر پورا کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ لیکن ایسی نذریں ماننے کا کوئی حکم کسی حدیث میں نہیں آتا۔

روزہ کی حدود

روزہ کی حدود قرآن مجید میں صریح الفاظ میں بیان کر دی گئی ہیں فرمایا:-

وکلوا واشربوا حتی يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر ثم اتموا الصيام الى الليل ”کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ ہو جائے پھر رات تک روزہ کو پورا کرو۔“

لیل یعنی رات غروب آفتاب سے شروع ہوتی ہے۔ لہذا روزہ اصطلاح شریعت میں پوہ پھٹنے سے شروع ہوتا ہے جو عموماً طلوع آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے واقع ہوتی ہے اور غروب آفتاب کے وقت کھولا جاتا ہے۔ روزہ میں وصال (جس کے معنی لغوی طور پر باہم ملانا ہے) یا ساری رات اور سارا دوسرا دن روزہ رکھنا بغیر کسی وقفہ کے قطعاً ممنوع ہے۔ مگر ایک حدیث میں سحری تک روزہ رکھنے کی اجازت پائی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اگر کوئی شخص پسند کرے تو اسے اختیار ہے کہ افطاری کے وقت کچھ نہ کھائے مگر اس کو دوسرے دن کا روزہ رکھنے کے لئے سحری ضرور کھانی چاہئے۔ بالفاظ دیگر اس کو چوپیس گھنٹوں میں ایک دفعہ کھانا کھانا چاہئے۔ وصال اس لئے ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ مہادالوگ لگاتار روزہ رکھ کر اپنی صحت خراب کر لیں۔ یا دنیا کے کام کاج کے ناقابل ہو جائیں۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے خود بعض اوقات لگاتار روزے رکھے ہیں۔ لیکن یہ وصال کتنے دن تک ہوتا تھا، یہ ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔ صرف ایک موقع پر جب بعض صحابہ حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ لگاتار روزہ میں شریک ہو گئے حضور ﷺ نے تین دن تک متواتر روزہ رکھا اور چونکہ مہینے کا آخر تھا۔ تیسرے دن کی شام کو ہلال عید نمودار ہو گیا۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

تھیلہ اپنے گھر لے جائے اور اپنے گھر والوں کو کھلائے۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو ماہ تک متواتر روزے رکھوانے کی غرض یہ تھی کہ روزہ توڑنے کا ارتکاب کرنے والا اپنے گناہ کی ندامت محسوس کرے لیکن ابو ہریرہؓ کی رائے میں رمضان میں روزہ نہ رکھنے کا کوئی کفارہ نہیں خواہ انسان ساری عمر روزہ رکھتا رہے۔ مگر دوسرے اصحاب (شعبی لکن جبیرؓ اور قتادہ وغیرہ) کے نزدیک ایک دن روزہ نہ رکھنے کا کفارہ صرف ایک دن کا روزہ ہے جو بعد میں رکھا جائے۔

روزے بطور تلافی مافات

ایسے روزوں کا ذکر بھی آتا ہے جو بطور فدیہ یعنی کسی عمل سے قاصر رہنے کی وجہ سے بطور بدل رکھے جائیں۔ چنانچہ جو حاجی بوجہ خاص احرام کی تمام مقضیات کو پورا کرنے سے قاصر رہے ہوں انہیں تلافی مافات کے طور پر صدقہ اور جانور کی قربانی کے بجائے تین دن روزے رکھنے کا حکم ہے۔ اور ان حاجیوں کو جو عمرہ اور حج (تمتع) جمع کرنے کے لئے دونوں کے وقفہ کے درمیان حالت احرام سے باہر نکل آئیں انہیں تین دن کے روزے حج میں اور سات دن کے روزے حج سے واپسی پر رکھنے چاہئیں۔

روزہ کسی نذر کو پورا کرنے کے لئے

بطور نذر روزہ رکھنے کا ذکر قرآن مجید میں اس جگہ آتا ہے جہاں حضرت مریمؑ فرماتی ہیں:-

انى نذرت للرحمن صوماً فلن اكلم اليوم انسيا يقينا
میں نے خدا کے لئے روزہ کی نذر مانی ہے۔ پس میں آج کسی سے بات نہیں کروں گی۔

مگر صرف خاموش رہنے اور کسی شخص سے بات نہ کرنے کا روزہ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت زکریا کے متعلق بھی اس قسم کے روزے کا ذکر آتا ہے۔

ايتك الا تكلم الناس ثلثة ايام الا رمزاً واذكر ربك
كثيراً وسبح بالعشى والابكار ”تیری نشانی یہ ہے کہ تین دن سوائے اشارہ کے لوگوں سے بات نہ کرے اور اپنے رب کو بہت یاد کر اور شام اور صبح تسبیح کر۔“

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زکریا کے چپ کے روزے کا

وہ ناپہناتھے اور وہ نماز کے لئے اس وقت تک اذان نہیں دیتے تھے جب تک (صبح اس قدر بین نہ ہو جاتی) کہ لوگ اُن کو پکار کر خود کہتے کہ ”پوہ پھٹ گئی ہے۔“ اور اگر اذان ہو جائے اور پوہ پورے طور سے پھٹ چکی ہو اور آدمی کے ہاتھ میں پینے کے لئے پیالہ ہو تو یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کے پینے سے رُک جائے بلکہ وہ اسے پی سکتا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الصیام باب الرجل یسمع النداء والائتاء علی یدہ) اور جہاں اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ سحری کے کھانے میں ممکن سے ممکن تاخیر کی جائے۔ وہاں افطاری کے متعلق یہ حکم ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو افطار کیا جائے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ جب سورج غروب ہو جائے تو روزہ کھول دینا چاہئے۔ اور ایک اور حدیث کے مطابق ”جب تک لوگ افطار میں جلدی کریں فائدہ میں رہیں گے۔ بعض لوگ ستارے دیکھ کر روزہ کھولتے ہیں اس خیال سے کہ جب تک تاریکی نہ پھیل جائے رات واقع نہیں ہوتی، لیکن اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

نیت

روزہ رکھنے میں نیت کے مسئلہ کے متعلق بہت کچھ غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ نیت کے اصل معنی ہیں کام کرنے کا ارادہ۔ قصد یا منصوبہ کرنا۔ لیکن یہ غلط طور پر سمجھ لیا گیا ہے کہ نیت خاص الفاظ دہرانے کا نام ہے جن سے یہ ظاہر ہو کہ آدمی ایسا اور ایسا کام کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ امام بخاری نے ایک باب کا یہ عنوان قائم کر کے نیت کا صحیح مفہوم بیان کیا ہے۔ عنوان یہ ہے من صام رمضان ایما ناواحتساباً و نیتۃ یعنی ”وہ جو روزہ رکھتا ہے ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے رضا چاہتے ہوئے اور نیت رکھتے ہوئے۔“ اور اس کے ساتھ حدیث کا ایک حصہ بیان کیا ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور جس میں بیان کیا گیا ہے کہ (قیامت کے دن) لوگ اپنے اپنے ارادوں کے مطابق اُٹھائے جائیں گے (علیٰ نبیا تہم) سب سے پہلی حدیث جس سے امام بخاری نے اپنی کتاب کا افتتاح کیا ہے۔ نیت کے معنوں کی ایک مثال ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے انما الاعمال بالنیات (نیک) اعمال صرف ان اغراض پر رکھے جائیں گے جن کے ماتحت وہ سرانجام پائے۔ بناءً علیہ اگر نیک کام کسی بُرے مقصد یا ارادہ سے کیا گیا ہے تو اس سے کام کرنے والے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ بعینہ یہی مقصد جیسا کہ امام بخاری نے کہا ہے روزہ کی نیت کرنے میں مد نظر رکھا گیا ہے یعنی جو شخص روزہ رکھتا ہے اُس کے

اگر چاند نہ نکلتا تو میں روزہ جاری رکھتا۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ حضورؐ دوسروں کو وصال سے منع فرماتے ہیں اور خود حضورؐ کا عمل یہ ہے کہ لگاتار روزے رکھتے ہیں اس کے جواب میں حضورؐ نے فرمایا:۔

”میں رات گزارتا ہوں جبکہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔“

ظاہر ہے کہ اس سے حضورؐ کا مطلب رُوحانی خوراک تھا۔ جو انسان میں بعض اوقات غیر معمولی طور پر بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی طاقت پیدا کر دیتی۔ اور اس لحاظ سے اس کو کھانے پینے کا بدل کما جاسکتا ہے۔ لیکن اب لوگوں کو یہ رُوحانی طاقت مُسر نہیں آسکتی۔ علاوہ ازیں اگر متواتر روزے رکھنے کی اجازت دی جاتی تو اس سے رہبانیت کی بنیاد پڑ جاتی جس کا اسلام حامی نہیں۔ اس ضمن میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ قرآن مجید کی رُو سے روزہ کھانے پینے سے اجتناب کا نام ہے۔ اور عرب ایسے گرم ملک کے اندر تین دن کھانے پینے سے رُکے رہنا ظاہر کرتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے صحابہ غیر معمولی قوت برداشت رکھتے تھے۔ اور خود حضرت نبی کریمؐ کی قوت برداشت تو اس سے بھی کہیں زیادہ تھی۔ یہ قوت برداشت فی الواقعہ غیر معمولی رُوحانی قوی کی وجہ سے ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگرچہ سحری کا کھانا لازمی قرار نہیں دیا گیا تاہم اس کی تاکید کی گئی ہے۔ اور اسے برکت کا موجب بتایا گیا ہے کیونکہ یہ انسان کو روزہ کی سختیوں کو برداشت کرنے کے قابل بناتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ سحری کھاؤ۔ کیونکہ سحری کے کھانے میں برکت ہے۔ سحری پوہ پھنسنے کے بالکل نزدیک کھائی جاتی تھی۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ سحری کھانے کے بعد وہ فوراً مسجد میں چلے جاتے تھے تاکہ صبح کی نماز میں شریک ہو سکیں۔ اور ایک اور صحابی کا بیان ہے کہ سحری کا کھانا ختم کرنے اور نماز صبح شروع کرنے کا درمیانی وقفہ اس قدر ہوتا تھا کہ انسان اس میں بمشکل پچاس آیات پڑھ سکے۔ بلکہ ہدایت کی گئی ہے کہ سحری کا کھانا پوہ پھنسنے کے جس قدر قریب ہو سکے کھانا چاہئے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ بلالؓ کی اذان تمہیں سحری کے کھانے سے نہ روکے کیونکہ وہ ابھی رات ہی ہوتی ہے تو اذان دے دیتے ہیں تاکہ جو شخص تہجد پڑھ رہا ہے۔ وہ اپنی نماز ختم کر لے اور جو سو رہا ہے وہ اپنی نیند سے بیدار ہو جائے۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ سحری کا کھانا جاری رکھنا چاہئے جب تک کہ ابنِ امِ کلثومؓ نماز کے لئے اذان نہ دے۔ کیونکہ

پر پانی ڈالنے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔ خواہ ارادہ گرمی کی شدت کو دور کرنے کے لئے ایسا کیا جائے۔ کچھ لگانے یا تے کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ اور عکرمہؓ کا بیان ہے روزہ کسی چیز کے پیٹ کے اندر جانے سے ٹوٹتا ہے نہ کہ کسی چیز کے باہر آنے سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے، کہ حضرت نبی کریم ﷺ روزہ کی حالت میں اپنی زوجہ محترمہ کا بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ قبل از وقت ارادہ نماز روزہ توڑنے کی سزا کے متعلق اختلاف رائے ہے جیسا کہ اوپر ”روزہ بطور کھارہ“ کے عنوان کی ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔ قرآن مجید اس کے متعلق ساکت ہے لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ توڑنے والے کی محض پشیمانی اور سچی توبہ ہی کافی ہے۔ اگر کسی اور والے دن اس خیال کے ماتحت کہ سورج غروب ہو گیا ہے روزہ کھول دیا جائے اور بعد میں سورج ظاہر ہو جائے تو روزہ پورا کرنا چاہئے۔ اگر انسان نے روزہ رکھا ہو اور سفر کرنا پڑ جائے تو روزہ توڑا جا سکتا ہے۔ ہماری کی حالت میں بھی یہی قاعدہ عائد ہوگا۔ نفل روزہ کی حالت میں کسی مہمان کی وجہ سے یا کسی دوست کے اصرار پر روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔

روزہ کا اخلاقی پہلو

اب تک جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے وہ روزہ کی ظاہری افادیت سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن جیسا کہ ابتداء میں ذکر کیا جا چکا ہے روزہ کی اصل روح اس کی اخلاقی اور روحانی اقدار ہیں۔ اور قرآن مجید اور احادیث نے اس پہلو پر خاص طور پر زور دیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص جھوٹ اور برے کام نہیں چھوڑتا خدا کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات اسلام کے تمام احکام میں صحیح ہے۔ ایک شخص نماز پڑھتا ہے مگر نماز کا اصل مقصد جو اس کی تہ میں مد نظر ہے اس کے پیش نظر نہیں اسکو کھلے لفظوں میں ناپسند کیا گیا ہے فرمایا:-

ویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساهون ان نمازیوں کے لئے تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔“

ایک دوسری حدیث میں روزہ کے اخلاقی پہلو کا ان الفاظ میں ذکر آتا ہے۔ روزہ ایک سپر ہے۔ پس جو شخص روزہ رکھتا ہے وہ فحش باتیں نہ کرے اور نہ جہالت کی باتیں کرے۔ اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا گالی دے تو وہ اسے دودفعہ کہہ دے کہ میرا روزہ ہے۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بُو خدا

پیش نظر کوئی مقصد یا ارادہ ہونا چاہئے۔ روزے کا مقصد پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور قرآن مجید کی رو سے تقویٰ حاصل کرنا ہے اور قرب خداوندی کے حصول اور رضائے الہی کی تلاش کے لئے روزہ کو اپنے تمام افعال میں روحانی تربیت کا ذریعہ بنانا اور تمام برائیوں سے بچنے کے لئے اس سے اخلاقی تربیت حاصل کرنا ہے۔ صرف اسی مفہوم میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بیت روزہ کی روح ہے۔ جیسا کہ یہ فی الحقیقت دوسرے تمام نیک اعمال کی روح ہے۔

نیت کی کوئی صورت قائم کرنا یا مقررہ الفاظ کے ذریعہ روزہ کا ارادہ ظاہر کرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ اور فی الواقعہ یہ ایک بے معنی بات ہے کیونکہ جو شخص روزہ رکھتا ہے وہ اس کا ارادہ ہی کر کے رکھتا ہے صرف نفل روزہ کی یہ صورت کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے یوم عاشورہ کو دن کے وقت نقیب کو بھیج کر یہ اعلان کر دیا کہ جن لوگوں نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا وہ اس دن روزہ رکھیں۔ اور ابو داؤد کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے پوچھا کرتے تھے کہ گھر میں کچھ کھانے کے لئے ہے یا نہیں اور اگر کچھ نہ ہوتا تو وہ روزہ رکھ لیا کرتے تھے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضرت نبی کریم پوچھا کرتے تھے کہ آیا گھر میں کچھ کھانے کو ہے؟ اگر کچھ نہ ہوتا تو حضور روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔ نفل روزوں کے لئے دن کے وقت روزہ کا ارادہ کرنا سمجھ میں آسکتا ہے مگر رمضان کے مہینے میں اس قسم کے ارادے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہو تا کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ اسے روزہ رکھنا چاہئے۔

کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

روزہ توڑنے کے لئے لفظ افطار آتا ہے۔ جو فطر سے ہے جسکے معنی ہیں کسی چیز کا لمبائی میں توڑنا یا پھاڑنا۔ اور جو چیزیں روزہ توڑتی ہیں انکو مفطرات کہتے ہیں جو مفطر کی جمع ہے۔ تین چیزیں جن سے انسان کو روزہ کی حالت میں اجتناب کرنا چاہئے کھانا پینا اور جماع ہے۔ اگر کوئی شخص برضا و رغبت خود یا ارادہ ان میں کسی ایک کا سحری اور غروب آفتاب کے وقت کے اندر اندر مرتکب ہوتا ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن اگر سہولیا بے خبری سے ایسا ہو جائے تو روزہ قائم رہتا ہے اور اسے پورا کرنا چاہئے۔ پانی یا مسواک سے منہ صاف کرنے یا غرارے یا نحتوں میں پانی چڑھانے سے اگر غیر ارادی طور پر کسی قدر پانی گلے میں چلا جائے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور نہ ہی غسل کرنے سر پر گیلیا کپڑا رکھنے۔ یا سر

میں جکڑے جاتے ہیں کیونکہ وہ ان جذباتِ ذمیرہ کو دباتا اور ان پر فتح پالیتا ہے جن کو اکسا کر شیطان انسان کو بدی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دوزخ کے دروازے اس پر بند کئے جاتے ہیں کیونکہ وہ تمام ان برائیوں سے بچتا ہے جو انسان کے لئے دوزخ کا موجب ہوتی ہیں۔ بہشت کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں کیونکہ وہ نفسانی خواہشات سے بالاتر ہو جاتا اور بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص خدا پر ایمان رکھتے ہوئے، اور اس کی رضا جوئی کے لئے نیت (صادق) اور قصد (صحیح) کے ساتھ روزہ رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دئے جائیں گے۔ اور اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ اس حدیث میں روزہ کی صحیح تعریف کی گئی ہے۔ جب روزہ خدا پر صحیح ایمان کے ساتھ رکھا جائے اور روزہ دار رضائے الہی کے لئے بطور تربیت روزہ رکھے اور نیک مقصد اسکے سامنے ہو۔ تو یہ عملی طور پر رجوع الی اللہ یا خدا کے حضور تہی توبہ کی صورت ہے اور جب انسان صدق دل سے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اس کے پہلے گناہ معاف کئے جاتے ہیں کیونکہ اس کی زندگی کا رستہ بدل جاتا ہے۔

لیکن ایک اور معنوں کے لحاظ سے بھی ماہِ رمضان میں روزہ دار کے لئے بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ماہِ رمضان انسان کے روحانی ارتقاء یا تقرب الی اللہ کے لئے خاص طور پر موزوں ہے۔ رمضان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں :-

وَاذْأَسْأَلُكَ عِبَادِي عَنِّي فَاَنِي قَرِيبٌ اَجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَا۔ اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں اور دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں۔

یہاں ماہِ رمضان میں خصوصیت سے خدا کے قرب کے دروازے کھل جانے کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ قرب خداوندی نماز اور دعا کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اسی وجہ سے حضرت نبی کریم ﷺ ماہِ رمضان میں نماز تہجد کا خاص طور پر اہتمام فرماتے تھے اور اپنے متبعین کو اسی ماہ مبارک میں رات کو جاگنے اور نماز ادا کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

اعتکاف

اعتکاف ”عَكَفَ عَلَيْهِ“ سے مشتق ہے اور اس کے معنی ہیں ”وہ ہمیشہ یا مستقل طور پر اس سے چٹا رہا۔“ اور اعتکاف کے معنی لغوی طور پر

کے نزدیک منک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ کھانے پینے پر ہیز کی وجہ سے نہیں کہ روزہ دار کے منہ کی بُو منک و عنبر سے بھی زیادہ مرغوب ہے بلکہ یہ بڑی باتوں اور برے کاموں اور گالی گلوچ اور دوسرے تمام افعالِ قبیحہ سے پرہیز کا نتیجہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر روزہ دار کو کوئی بُرا بھلا بھی کہے تو وہ انتقامی طور پر بھی کوئی بُرا کلمہ زبان پر نہیں لاتا۔ بناءً علیہ روزہ دار خواہشاتِ نفسانی یعنی اکل و شرب اور جنسی شہوات پر قابو پانے سے صرف جسمانی تربیت ہی حاصل نہیں کرتا بلکہ تمام اقوالِ شنیعہ اور اعمالِ سیئہ سے پرہیز کر کے براہِ راست اخلاقی تربیت حاصل کرتا ہے۔ یہ صرف جسم کی تربیت ہی نہیں جو اپنی جگہ ایک اخلاقی اہمیت رکھتی ہے بلکہ اس میں براہِ راست روحانی تربیت کا بھی سامان موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں جیسا کہ اس حدیث میں صریح لفظوں میں بیان کیا گیا ہے روزہ صرف کھانے پینے سے باطل نہیں ہو جاتا بلکہ جھوٹ بولنے بڑی زبان استعمال کرنے۔ خلاف ایمان کام کرنے یا کسی اور قسم کے برے فعل سے بھی باطل ہو جاتا ہے۔

ماہِ رمضان میں بنی نوع انسان سے نیکی کرنے کی تاکید کر کے روزہ کے ذریعہ تربیت کی اخلاقی اقدار کو اور بھی چار چاند لگا دئے گئے ہیں۔ اس بارے میں ایک حدیث میں حضرت نبی کریم ﷺ کی مثال بیان کی گئی ہے :-

”حضرت رسول کریم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے اور سب سے بڑھ کر آپ کی سخاوت کا ظہور رمضان میں ہوتا تھا۔“ ایک اور حدیث میں بتایا گیا ہے کہ :-

”حضرت نبی کریم ﷺ رمضان شریف کی آمد پر ہر قیدی کو آزاد کر دیتے اور ہر سوالی کو خیرات دیتے تھے۔“

ایک تیسری حدیث میں رمضان کے مہینہ کو ایسا مہینہ بتایا گیا ہے جس میں بھوکوں اور غریبوں کی تکالیف کو دور کرنا اشد ضروری ہے۔

یہ احکام اس حدیث کے معنوں کی وضاحت کرتے ہیں جس میں یہ بیان کیا گیا ہے :- ”جب رمضان کا مہینہ آجائے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔“

یہ روزہ رکھنے والے کی حالت کا نقشہ ہے جو جسمانی اور روحانی دونوں روزے رکھتا ہو اس کی اپنی حالت کے لحاظ سے شیاطین زنجیروں

حَمْدٌ وَالْكَتُبِ الْمُبِينِ ۝ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَتِهِ مُبْرَكًا ۝ اِنَّا
كُنَّا مُنذِرِينَ ۝ فِيهَا يَفْتَرُ كُلُّ امْرِئٍ حَكِيمًا ۝ اَمْرٍ مِنْ عِنْدِنَا
اللہ بے انتہاء رحم والا۔ کھول کر بیان کرنے والی کتاب گواہ ہے ہم
نے اسے ایک بابرکت رات میں اتارا ہے ہم ہمیشہ ڈراتے رہے ہیں پھر
حکمت کی بات کا اس میں فیصلہ کر دیا جاتا ہے ہماری طرف سے حکم ہوتا
ہے۔“

ظاہر ہے کہ دونوں جگہ یہ ذکر آتا ہے کہ قرآن مجید اس رات
نازل ہوا۔ اور دوسری جگہ ذکر آتا ہے کہ قرآن ماہ رمضان میں نازل
ہوا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رات ماہ رمضان میں واقع ہوتی ہے۔
قرآن مجید کے اس رات میں نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا نزول
اس رات کو شروع ہوا بالفاظ دیگر اس رات سب سے پہلی وحی حضرت
نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس کو ”اندازہ کی رات“ قرار دیا ہے،
کیونکہ اس میں دنیا کے لئے ایک نئی وحی کی بنیاد رکھی گئی ہے جس میں ہر
ایک حکم (امر) پایا جاتا ہے جو..... حکمت اور علم پر مبنی ہے۔ اور اسی لحاظ سے
اس کو لیلۃ مبارکہ یا لیلۃ القدر یعنی برکت والی یا عظمت والی رات فرمایا
ہے۔ لہذا ایوں کہا جاسکتا ہے کہ لیلۃ القدر قرآن مجید کی سالگرہ ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے رمضان شریف کا آخری عشرہ خاص
طور پر عبادت کے لئے مختص ہے۔ یہاں تک کہ اگرچہ اسلام زہانیت
کا حامی نہیں مگر ان دس دنوں میں ایک مسلمان کو اجازت ہے کہ تمام
دنیاوی علاقے سے منقطع ہو کر خانہ خدا میں ایک راہب کی طرح قیام
کرے متعدد احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو رمضان کے
آخری عشرہ کی طاق راتوں میں۔ یا آخری راتوں میں اس رات کو تلاش
کرنا چاہئے۔ بعض احادیث کی رو سے یہ ماہ رمضان کی پچیسویں۔
ستائیسویں یا انتیسویں رات میں سے ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ
حضرت نبی کریم ﷺ کے بعض صحابہ کو لیلۃ القدر آخری..... سات
راتوں میں روایا میں دکھائی گئی۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ لیلۃ القدر کا نظر آنا
ایک روحانی تجربہ ہے جیسا کہ حضرت نبی کریم کا یہ ایک روحانی تجربہ
تھا اس لئے یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ یہ جسمانی تجربہ کے طور پر دیکھی
جاسکتی ہے۔ یہاں تک کہ کوئی جسمانی تغیر اس رات مشاہدہ میں آتا ہو۔ یہ اس
انسان کے لئے ایک روحانی تجربہ ہے جو رمضان کے مبارک مہینہ میں
خدا کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو ریاضت شاقہ کے لئے
وقف کر دیتا ہے۔

ایک جگہ ٹھہرنا ہے اور اصطلاحی طور پر کچھ دنوں کے لئے بالخصوص ماہ
رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں قیام کرنے پر لفظ استعمال ہوتا
ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک پوری کتاب کتاب الاعتکاف اس
موضوع کے لئے خاص کر دی ہے جس میں اس بارے میں حضرت نبی
کریم صلعم کے عمل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان ایام میں معتکف یعنی
اعتکاف کرنے والا تمام دنیاوی علاقے سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اشد
ضرورت کے بغیر مثلاً قضائے حاجت یا غسل وغیرہ کی ضرورت کے بغیر
مسجد سے نہیں نکلتا۔ حضرت نبی کریم ﷺ کے لئے عموماً صحن مسجد میں
خیمہ نصب کر دیا جاتا تھا۔ عورتوں کو بھی اعتکاف میں داخل ہونے کی
اجازت ہے۔ معتکف کے پاس دوسرے لوگ اور اسکی بیوی ملنے کے لئے
آسکتی ہے۔ ایک حدیث کی رو سے اس کو بیمار کی عیادت کی بھی اجازت
ہے۔ اعتکاف دوسرے دنوں میں بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن رمضان کے
آخری دس دنوں کا حدیث میں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اور قرآن
مجید میں بھی اعتکاف کا ذکر ماہ رمضان کے ضمن میں آتا ہے۔

لیلۃ القدر

ماہ صیام کے آخری عشرہ کی ایک رات کو لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔
لفظ لیل یا لیلۃ کے معنی رات کے ہیں۔ اور قدر کے اصل معنی ہیں ناپنا۔
لیکن لیلۃ القدر کے معنی باعظمت رات کے بھی آئے ہیں۔ قرآن مجید
میں اس کا دو دفعہ ذکر آتا ہے۔ سورۃ القدر میں تین دفعہ لیلۃ القدر
کے الفاظ آئے ہیں:-

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا اَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ
لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنْزِيلُ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ فِيهَا بِاِذْنِ
رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتّٰىٰ طَلَعَ الْفَجْرُ۔

”ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اتارا اور تجھے کیا خبر کہ لیلۃ القدر کیا
ہے لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اپنے
رب کے اذن سے ہر امر (خیر) لئے ہوئے اترتے ہیں۔ سلامتی، یہ فجر
کے طلوع تک ہے۔“

اس سورت میں اس رات کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس میں
قرآن مجید نازل کیا گیا اور یہ بھی ذکر ہے کہ وہ رات ہے جس میں ملائکہ
اور تاثیرات روحانی یا الہام الہی نازل ہوتے ہیں۔ سورۃ دخان میں بھی
اس کا ذکر آیا ہے جہاں اس کو لیلۃ مبارکہ فرمایا:-

عید الفطر کے احکام و مسائل

نکالیں بلکہ جن پر ماہوار ایام ہوتے انہیں بھی نکالتے سو وہ مردوں کے پیچھے ہوتیں اور ان کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہتیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دعائیں کرتی اور اس دن کی برکت اور پاکیزگی کی امید رکھتیں (بخاری) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ چھوٹی لڑکیاں اور خواتین جو حیض سے فارغ ہو چکی ہیں اور جنہیں ابھی ماہواری ایام ہوتے ہیں ان سب کو عید کی نماز کے لئے باہر جانا چاہئے اور نماز میں شریک ہونا چاہئے گرچہ حائضہ عورتیں نماز نہیں پڑھ سکتی۔

نماز عید

اس نماز میں نہ اذان ہے نہ اقامت عید کی نماز دور رکعت باجماعت ہے اور اس کا وقت طلوع آفتاب کے بعد دوپہر تک ہے علاوہ ان تکبیروں کے جو بیٹوں کی تبدیلی پر بولی جاتی ہیں متعدد اور زائد تکبیریں بھی اس نماز میں کہی جاتی ہیں۔ ثقہ ترین سند کی بناء پر ان زائد تکبیروں کی تعداد بارہ ہیں پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات زائد تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں (ترمذی ابواب العیدین) (نوٹ) جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ زائد تکبیروں کی یہ تعداد ثقہ ترین سند کی بناء پر دی گئی ہے۔ واضح ہو کہ اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے مگر ان امور کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چار تکبیریں پہلی رکعت میں اور تین دوسری رکعت میں مؤخر الذکر رکوع میں جانے سے پہلے لیکن جس حدیث پر یہ عمل مبنی ہے وہ ثقہ نہیں ہے۔

عید کا خطبہ

خطبہ نماز ختم ہونے کے بعد دیا جاتا ہے۔ خطبہ کا طریقہ اور اس کا مضمون جمعہ کے خطبہ کی طرح ہوتا ہے۔ فقط اس قدر فرق ہے کہ خطبہ جمعہ میں امام دوران خطبہ میں ایک دفعہ بیٹھ کر پھر خطبہ دیتا ہے۔ لیکن عید کے خطبہ کو اس طرح دو حصوں میں تقسیم نہیں کیا جاتا اس بارے میں حضرت نبی کریم ﷺ کا طریق یہ تھا کہ آپ مستورات کو الگ خطاب فرماتے تھے اور انہیں حکم تھا کہ وہ سب شریک ہوں۔ مگر افسوس کہ آج خواتین عید کی نماز میں شریک نہیں ہوتیں اور نہ علماء کرام اس کی تاکید

اسلام میں دو بڑے تہوار ہیں جنہیں مذہبی سند حاصل ہے۔ ان دونوں میں دور رکعت نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ بعد الصلوٰۃ خطبہ دیا جاتا ہے یہ دونوں تہوار عید کے نام سے مشہور ہیں جس کے معنی ہیں بار بار آنے والی خوشی یہ لفظ ”عود“ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی واپس آنے کے ہیں۔ ان میں سے پہلی عید عید الفطر کہلاتی ہے اور اسی کا یہاں ذکر مقصود ہے۔

فطر کے معنی شروع کرنے کے ہیں اسی سے فطرہ مشتق ہے۔ جس کے معنی سرشت کے ہیں اور افطار روزہ کھولنے کو کہتے ہیں۔ گویا روزہ کھولنے والا ایک فطری حالت کے طرف لوٹتا ہے اور اس نے فطرت کے ایک تقاضا کو پورا کیا ہے اسی مناسبت سے اس عید کو عید الفطر کہتے ہیں۔ یہ عید ماہ رمضان المبارک کے بعد پہلی شوال کو منائی جاتی ہے یہ دراصل ماہ رمضان میں فریضہ روزہ کی ادائیگی کی تکمیل میں منائی جاتی ہے اس متبرک موقع پر مسلمان زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع ہو کر اپنے خالق کے سامنے سز سجد ہوتے ہیں اور رب العلمین کا شکر جلاتے ہیں کہ اس نے انہیں ادائیگی فرض کی تو فیض عطا کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کی حقیقی خوشی ادائے فرض پر منحصر ہے اسلامی تہواروں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کے اندر ایک گہری روحانی حقیقت کار فرما ہوتی ہے۔

عید کا اجتماع

عید کی تیاری جمعہ کی تیاری سے ملتی جلتی ہے اس دن مسلمان کو غسل کرنا چاہئے بہترین لباس پہننا اور خوشبو لگانا چاہئے اور حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے کہ وہ صاف تھرا نظر آئے عید کا اجتماع عید گاہ میں یا کسی کھلی جگہ میں زیادہ مستحسن ہے۔ لیکن ضرورت کے وقت مسجد بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔ کھلی جگہ کو اس وجہ سے ترجیح دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ لوگوں کی کثرت تعداد ایک مسجد میں نہ سما سکے کیوں کہ اس دن تقریباً سبھی لوگ جمع ہوتے ہیں یہاں تک کہ حائضہ عورت کو بھی نماز عید میں شامل ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ عید کے دن ہم نکلیں یہاں تک کہ ہم باکرہ لڑکیوں کو ان کے پردے سے

کرتے ہیں جب کہ حدیث نبوی میں عیدین کی نماز میں شمولیت کے لئے مستورات کو تاکید کی حکم ہے مسلمان بھائیوں کو چاہئے کہ ان کے لئے راہ ہموار کریں تاکہ ہماری ماں بہنیں عیدین کی نماز اور خطبہ سے محروم نہ رہیں اور سنت نبوی پر عمل ہو سکے

صدقۃ الفطر

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں صدقۃ الفطر کے باب میں ایک حدیث نقل کی ہے عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ فرض زکوٰۃ الفطر صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر علی کل حر او عبید ذکرا و انثی من المسلمین حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر ایک مسلمان پر خواہ آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت ایک صاع کھجور یا جو بطور صدقۃ الفطر دینا فرض قرار دیا ہے۔ فطرانہ نماز عید سے پہلے ادا کر دینا چاہئے۔

عید کا تہوار منانے میں مسلمان نماز ادا کر کے صرف خدا کو ہی یاد نہیں کرتا بلکہ اس کو حکم ہے کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کو بھی یاد کرے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے عید کے موقع پر غرباء کے لئے باقاعدہ صدقات فنڈ کا انتظام کیا تھا۔ عید اسلام میں زکوٰۃ کی طرح فطرانہ ایک نظام کے ماتحت ادا ہوتا تھا جیسا کہ ایک حدیث میں تصریحاً مذکور ہے ”کانوا یعطون لیجمع ولا للفقراء“ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الفطر) وہ یہ صدقہ جمع کرنے کے لئے دیتے تھے اور گداگروں میں تقسیم کرنے کے لئے نہیں ہوتا تھا۔ ایک دوسری حدیث کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے انہیں ماہ رمضان کی زکوٰۃ جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔

(بخاری کتاب الوکالۃ باب اذواکل رجلاً)

صدقۃ الفطر جمع کرنے کا اصول جو احادیث میں اس قدر صفائی سے بیان کیا گیا ہے اب مسلمانوں نے ترک کر دیا ہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ غریبوں اور محتاجوں کی فلاح اور بہبودی کے لئے جو ایک اعلیٰ نظام اسلام نے قائم کیا تھا وہ معدوم ہو گیا۔ اور اس طرح سے لاکھوں روپیہ جو مسلمانوں کے قومی فنڈز کی تقویت کا موجب ہو سکتا تھا وہ ضائع ہو رہا ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کی دوسری عید یعنی عید الاضحیٰ جو عید الفطر کے دو ماہ دو سو دن (۱۰ اذی الحجہ) کو منائی جاتی ہے اس موقع پر جو صدقات

شریعت نے مقرر کی ہیں یہاں اس کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہوگا (منفصل بحث انشاء اللہ ذی الحجہ والے شمارے میں آئے گا۔ یہاں فقط صدقات کا ذکر مقصود ہے)

عید الاضحیٰ کا تہوار بھی صدقہ و خیرات کا بڑا موقعہ فراہم کرتا ہے اس دن ایک جانور کی قربانی قوم کے غرباء کو اس تہوار منانے کے لئے صرف گوشت کی ضیافت ہی مہیا نہیں کرتی بلکہ قربانی کے جانوروں کی کھالوں سے فائدہ اٹھایا جائے تو اس سے غرباء کی حالت کو سدھارنے یا قوم کی فلاح و بہبودی کے کاموں کے لئے مسلمان کا قومی فنڈ بہت مضبوط ہو سکتا ہے مزید برآں جن مقامات میں قربانی کا گوشت آبادی کی ضرورت سے زیادہ ہو جائے اسے خشک کر کے فروخت کیا جاسکتا ہے اور جو آمد اس طرح سے حاصل ہو اسے رفاہ عام کے کاموں میں لگایا جاسکتا ہے مقام افسوس ہے کہ مکہ مکرمہ میں زائد گوشت کسی مصرف میں لانے کے بجائے دفن کر دیا جاتا ہے۔ یا کسی صحیح مصرف میں نہیں لایا جاتا جبکہ اسلام انسان کے قدرتی ذرائع کو ضائع کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اس نے اپنے تمام صدقات و خیرات کو ایسے طریق پر منظم کیا ہے کہ بہترین مصرف میں لگائے جاسکتے ہیں۔

علاوہ ان صدقات کے جو عیدین کے لئے فرض قرار دئے گئے ہیں حضرت نبی کریم ﷺ عید کے خطبہ میں لوگوں کو قومی امور کے لئے جو کچھ وہ بطیب خاطر دے سکیں دینے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے اور ایسے موقعوں پر مستورات کی طرف سے زیورات دئے جانے کا ذکر حدیث میں آتا ہے (بخاری کتاب العیدین)

اگر حضرت خاتم الانبیاء محمد ﷺ کے ارشادات گرامی کی صدق دلی سے تعمیل کی جائے تو اسلام کے عیدین کے دو تہوار قومی فنڈز (بیت المال) کو مضبوط بنانے اور غرباء کی امداد کے لئے نہایت موزوں مواقع ہیں۔

خلاصہ کلام

صدقۃ الفطر رسول ﷺ نے ہر مسلم چھوٹے بڑے مرد، عورت، آزاد، غلام، مالدار، غریب پر بلا شرط نصاب فرض قرار دیا ہے لہذا صدقۃ الفطر چھوٹے بچے سے لے کر بوڑھے تک کا ادا کرنا چاہئے اور نوکروں کی طرف سے بھی اور اس کی ادائیگی نماز عید سے پہلے ہو جانا چاہئے صدقۃ الفطر میں کھجور، کشمش، گیہوں، جو، چاول یا جو اناج آپ کے ملک یا شہر میں

گئے۔ اس دارفانی سے رحلت فرمانے سے تین برس قبل آپ نے الوصیت کتاب تصنیف کی اور اس میں مفصل طور پر اپنے مریدوں کو وصیت کی کہ کبھی بھی کتاب اللہ و سنت رسول کا ساتھ نہ چھوڑیں اور لہمی منشا کے مطابق پیغام اسلام کو عالم کے چپے چپے اور کونے کونے تک پہنچاتے رہیں۔



ماہ رمضان کا آخری عشرہ

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کمر کس لیتے۔ شب بیداری کرتے اور اہل خانہ کو نیند سے بیدار کرتے۔

(بخاری)

اخْرَهُ عَتَقُ مِنَ النَّارِ

رمضان کا تیسرا عشرہ جہنم کی آگ سے نجات پانے کا ہے عبادت کے دن ہیں دُعاؤں کی راتیں + کریں اپنے مولیٰ سے کھل کے باتیں اُسے اہل تقویٰ سے ہے پیار و الفت + نہیں دیکھتا وہ، ہیں کیا ان کی ذاتیں مقابلہ پہ تقویٰ کی دولت کے پیارو + ہیں بیچ دنیا کی انمول دھاتیں شیا مین ہیں پابہ زنجیر سارے + ہیں بے کار سب آجکل اُن کی گھاتیں مساجد میں دنیا کی قدوسیوں نے + لگالی ہیں پھر اپنی اپنی قاتیں دُعاؤں میں مشغول ہیں مکلف سب + الہی مقبول ہوں اُن کی صلواتیں یہ لیام عتق من النار کے ہیں۔

بڑے خاص فضل و کرم کی ہیں راتیں

رضائیری حاصل ہو سب مومنوں کو + ہوں راتیں یہ ان کے لئے شب براتیں عمل ہو نہ صالح تو ایماں عبث ہے + نہیں کام کی صرف باتیں ہی باتیں

کنا جن کے ایماں کا ہوتا نابانا

ہے لازم انہیں پھر نیا نورت کا تیں



عام طور پر کھائے جاتے ہوں۔ اس میں سے ایک صاع یعنی تقریباً ۲ کلو ۵۰۰ گرام ہر فرد پر فرض ہے نقدی کی صورت میں ملک ہشر کے مارکٹ ریٹ کے مطابق (۲ کلو ۵۰۰ گرام غلہ کی قیمت فی کس ادا کی جائے۔ اس وقت کے مطابق مارکیٹ ریٹ باشد گان دہلی کو بصورت نقدی دھائی کلو گندم کی قیمت فی کس ۲۰ روپے فطرانہ ادا کرنی چاہئے) (واللہ اعلم) صدقۃ الفطر کی مقدار کے بارے میں علماء مختلف الرائے ہیں مگر عوام کو اس میں نہیں پڑنا چاہئے اپنے ملک یا شہر کے معتبر علماء جو فتویٰ دیں اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ اسلام ہمیں ان صدقات کی ادائیگی کا حکم تنظیمی اور جماعتی شکل میں دیتا ہے تاکہ بیت المال کی شکل میں ان کے مستحقین کو ان کے حقوق کلی طور پر دئے جا سکیں اور اسلامی نظم و نسق قائم ہو۔ رسول اللہ اور صحابہ کرام کے عہد میں فطرہ اور زکوٰۃ وغیرہ امیر کی زیر نگرانی شعبہ بیت المال میں جمع کرا کے مستحقین کو تقسیم کرنے کا ایک خاص نظام قائم تھا۔

برادران اسلام! اگر آپ اپنے ان فرائض کو اسلامی منشا کے مطابق انجام دینا چاہتے ہیں تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف رجوع فرمائیں۔ یہ انجمن اسلامی فرائض کو بحیثیت اس کے منشا کے مطابق اجتماعی شکل میں ایک امیر کی اطاعت میں انجام دے رہی ہے اور اس کی شاخیں مختلف ممالک میں قائم ہیں اور اس کا صدر دفتر (ہیڈ آفس) لاہور میں واقع ہے جہاں امارت کے فرائض انجمن کے چوتھے قابل احترام امیر حضرت ڈاکٹر اصغر حمید صاحب (ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز) انجام دے رہے ہیں واضح ہو کہ یہ جماعت خلیفہ اللہ مجدد صد چہار دہم، حضرت مرزا غلام احمدؒ کی قائم کردہ ہے جنہوں نے الہام الہی کی بناء پر مجددیت کا دعویٰ کیا تھا۔ آپ ۱۸۸۰ء میں مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہونے شروع ہوئے اور اپنی مایہ ناز کتاب براہین احمدیہ میں جو اسی عرصہ میں آپ کی طرف سے شائع ہوتی تھی۔ اس میں آپ نے بموجب حدیث ان اللہ بیعت لہذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور عام طور پر ملک میں شائع کر دیا اور مقام لدھیانہ (پنجاب) میں ۱۸۸۸ء میں آپ کو الہام الہی ہوا کہ ارادہ الہی کی تکمیل کے لئے جملہ مسلمانوں کو خدمت اسلام پر گامزن کرنے کے لئے سلسلہ بیعت شروع کیا جائے بہر کیف آپ نے اسی جگہ بیعت لینی شروع کر دی اور کثرت سے لوگ آپ کے ساتھ شامل ہو

ماہ رمضان کے مجاہدات

”حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور“

اے خدا کفر اور ضلالت کی فوجیں بہت زور سے حملہ آور ہو رہی ہیں۔ تیری طاقت پہلے بھی کمزور انسانوں کے ذریعے ظاہر ہوتی رہی ہے۔ آج اس چھوٹی سی جماعت کے ذریعے اسے ظاہر فرما۔ ہم کمزور گنہگار اور عاجز ہیں مگر دل میں یہ تڑپ ہے، کہ دین کفر پر غالب آئے تو ہماری خطاؤں کو معاف فرما ہماری حفاظت فرما۔ ہمیں ٹھوکروں سے بچا تو ہمارا مددگار بن اور دین کی کمزور جماعت کو کفر کی بے پناہ طاقتوں پر غالب فرما۔ اے خدا تو قرآن کو دنیا میں غالب فرما۔ محمد رسول اللہ صلعم کو غالب فرما دین کو غالب فرما اور کفر اور ضلالت کی فوجوں کو ہٹا دے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے لئے دعا: ایام ک نعید وایاک نستعین۔ اے خدا ہم اپنی طاقت کے مطابق یہی کوشش کرتے ہیں کہ تیری لمبی فرمانبرداری کریں اور تیرے نام کو اور تیرے کلام کو دنیا میں پہنچائیں مگر ہم کمزور ہیں اور تیری فرمانبرداری کا حق ہم سے ادا نہیں ہو تا سو تو ہماری مدد فرما اور اپنی فرمانبرداری کی زبردست قوت ہمارے اندر پیدا کر دے۔

اے خدا تیرے نام کو دنیا میں پہنچانا وہ بلند کام ہے جس کے لئے تو اپنے خاص بندوں کو کھڑا کرتا رہا اور تیری ہی مدد سے وہ اس عظیم الشان مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ایک ایسے ہی تیرے بند نے ہمیں بھی اس کام پر لگایا ہے۔ ہے مگر ہم ٹھوڑے ہیں کمزور ہیں سامان پاس نہیں بیگانے تو ایک طرف اپنے بھی ہماری مخالفت کرتے ہیں اور اس رستے میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ تو محض اپنے کرم سے ہماری دستگیری فرما اور اپنی وہ قوت ہمارے اندر بھر دے جو تو اپنے پاک بندوں کے اندر بھرتا رہا ہے اور وہ نور ہمارے دلوں میں پیدا کر دے جس سے تو اپنے پاک بندوں کے سینوں کو منور کرتا رہا ہے۔

اے خدا تیرے نام کو دنیا میں پہنچانا سب کاموں سے مشکل کام ہے اور جب بھی دنیا میں یہ انقلاب پیدا ہوا ہے کسی انسان یا کسی جوج کی قوت سے نہیں بلکہ تیری نصرت اور تائید سے پیدا ہوا ہے اس لئے ہم تجھ سے اس مدد اور نصرت کے طالب ہیں جو تم اپنے پاک بندوں کو عطا فرماتا رہا ہے“

☆☆☆

حضرت مولانا محمد علی (امیر مرحوم) کے خطبات اور تحریرات میں ایک خصوصیت نظر آتی ہے اور وہ ہر ماہ رمضان میں جماعت کو ایک مجاہدے کی تلقین ہے جو عموماً دورنگ میں تھا ایک تو خدا کے آگے گرنا اور نماز تہجد میں اشاعت اسلام اور قرآن کو پھیلانے کی توفیق کے لئے رونا اور دوسرے مالی قربانی۔

اس ضمن میں آپ نے اپنے ان خطوط میں بجز پیغام صلح میں چھپتے تھے بڑی پُر درد اور رقت انگیز دعائیں لکھی ہیں۔ اور جماعت کے ہر فرد سے التجائیں کی ہیں کہ وہ کم از کم ماہ رمضان تہجد کو اپنے اوپر لازم کر کے خدا کے آگے گڑگڑائیں اور دُعا کریں آپ ستمبر ۱۹۳۹ء میں تین قسم کی دعائیں آپ نے تجویز کیں جو کہ ایک چوکھٹے کی صورت میں یا اخبار کے متعدد پرچوں میں شائع ہوتی رہیں اور وہ دعائیں یہ تھیں۔

۱۔ الحمد لله رب العالمین، اے خدا کہ تیری ربوبیت کائنات کے ذرے ذرے پر حاوی ہے تو نے انسان کو ان کی جسمانی ربوبیت کے بہتر سے بہتر سامان عطا فرمائے ہیں تو اب اپنی اس مخلوق کو جو تجھ سے دور پڑی ہے اور طرح طرح کی ظلمتوں میں گرفتار ہو کر اپنی ہلاکت کی طرف دوڑی جا رہی ہے اپنے قرآن کے ذریعے سے ربوبیت فرما۔ اور ان کے دلوں کو اس لذت سے آشنا کر جو تیرے در پہ گرنے سے ملتی ہے۔

اے خدا کہ جس نے محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے ساتھیوں کو وہ بے نظیر کامیابی عطا فرمائی کہ ان کے ذریعے سے ملکوں اور قوموں کی کایا پلٹ دی تو آج ہماری اور ہماری جماعت کی ربوبیت فرما کہ اسے قرآن کو دنیا میں پہنچانے میں کامیابی کے بلند مینار پر کھڑا کر دے۔۔۔۔

۲۔ کفر پر غلبہ کی دعا:۔۔۔ اے خدا کفر دنیا پر غالب ہے دنیا اور مال کی محبت انسانی دلوں کو اپنے قبضہ میں لے چکی ہے جسمانی طاقت اور مادی سامانوں اور ظاہری زیب و زینت سے انسانوں کو گمراہی کی طرف لے جایا جا رہا ہے مگر اے خدا تیرا وعدہ ہے کہ تو کو دنیا پر غالب کرے گا تیرا وعدہ ہے کہ ایک عظیم الشان ضلالت اور گمراہی کے بعد لوگ پھر تیری طرف جھکیں گے سو تو آج اپنے اس وعدے کو پورا فرما اور حق کو باطل پر غالب فرما۔

نماز تہجد اور تراویح

عورتیں بھی شامل ہوتی تھیں۔ لیکن نماز تہجد میں یہ تلاوت بہت طویل ہوتی تھی اور احادیث میں ذکر آتا ہے کہ آپؐ اس قدم قیام فرماتے تھے کہ آپ کے پائے مبارک متورم ہو جاتے تھے۔

رکعات نماز تہجد :- نماز تہجد آٹھ رکعتوں پر مشتمل ہے اور دو دور رکعتیں پڑھی جاتی ہیں اس کے بعد تین رکعت وتر پڑھی جاتی ہیں۔ عام لوگوں کی سہولیت کے لئے وتر جو دراصل نماز تہجد کا ہی حصہ ہے نماز عشاء کا ایک حصہ بنا دی گئی ہے۔ لیکن جو حضرات نماز تہجد کے پابند ہیں انہیں وتر تہجد کے بعد ہی پڑھنی چاہیے۔

تراویح :- تراویح ترویج کی جمع ہے جو رات سے مشتق ہے۔ جس کے معنی آرام کرنے کے ہیں اس کو تراویح اس لئے کہتے ہیں کہ نمازی ہر دو ماہ یا چار رکعت کے بعد تھوڑا آرام کر لیتے ہیں تراویح، قیام لیل، قیام رمضان اور تہجد دراصل ایک ہی نماز ہے۔ رمضان میں پڑھی جاتی تو اس کا نام تراویح ہے اور غیر رمضان میں پڑھی جائے تو یہ تہجد ہے اور یہ نماز مع وتر گیارہ رکعتوں پر مشتمل ہے اور دو دو رکعتیں پڑھی جاتی ہے اور اس کا وقت نماز عشاء کے بعد فجر سے پہلے تک ہے۔ حضور ﷺ

کا معمول یہ تھا کہ نماز عشاء کے فوراً بعد آپؐ سو جاتے اور دو تہائی بانصاف رات کے بعد آپؐ بیدار ہو جاتے اور بقیہ رات نماز تہجد میں گزارنے کبھی فجر سے قبل تھوڑی دیر لیٹ جاتے اور آپؐ کا یہ طریق عمل شروع آخر زندگی تک رہا۔ احادیث میں ذکر آتا ہے کہ آپؐ اس قدر قیام فرماتے تھے کہ آپ کے پائے مبارک متورم ہو جاتے تھے آپ کے مخصوص صحابہ کرام بھی اس نماز کو پابندی سے پڑھا کرتے تھے اور آپ کے لئے یہ نماز لازمی تھی جیسا کہ سورہ مزمل کی آیات سے پتہ چلتا ہے آپ کی امت کے لئے لازمی اور ضروری نہیں۔ لیکن احادیث میں اس کے پڑھنے پر بے شمار فضائل بیان کی گئی ہیں احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نماز تہجد کے لئے اپنی ازواج کو بھی بیدار کر دیا کرتے تھے اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہراء اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نماز تہجد کے لئے بیدار کرنے کی خاطر رات کو ان کے گھر پر تشریف لے جاتے تھے (بخاری کتاب التہجد)

حضرت نبی کریم کی تاکید اور قرآن مجید کے حکم کی بناء پر صحابہ

نماز تہجد :- لفظ تہجد بحدودے مشتق ہے جس کے معنی نیند ہیں اور لغوی طور پر تہجد کے معنی نیند کا چھوڑ دینا۔ تہجد کی نماز کو اس لئے تہجد کہا جاتا ہے کہ یہ اس وقت پڑھی جاتی ہے جب کچھ کر لیتا ہے اور پھر نماز کے لئے نیند کو چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اس کا ذکر قرآن شریف کی ابتدائی وحی میں خصوصیت کے ساتھ آیا ہے۔ اضمن میں مفضلہ ذیل لیت قابل غور ہیں یا ایہا المزملم قم الیل الا قلیلاً نصفہ اوانقص منه قلیلاً و زد علیہ ورتل القرآن ترتیلاً ہ اناسنلقی علیک قولاً نقیلاً ان ناشئۃ الیل ہی اشد وطأ و اقوم قیلاً اے کپڑا اوڑھنے والے رات کو قیام کر سوائے تھوڑے حصہ کے (سورہ مزمل آیت ۱-۶) اس کا آدھا یا اس کا کچھ کم کر یا اس پر بڑھالے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔ ہم تجھ پر ایک بھاری بوجھ ڈالیں گے۔ بیشک رات کا اٹھنا نفس کو زیادہ روندنے والا اور بات کو زیادہ درست رکھنے والا ہے۔

ان ربك يعلم انك تقوم ادنى من ثلثی الیل ونصفہ وثلثہ وطائفة من الزین معك (سورہ مزمل آیت ۲۰)

تیرا رب جانتا ہے کہ تو دو تہائی رات کے قریب قیام کرتا ہے اور کبھی اس کا نصف اور کبھی اس کا تہائی اور ان میں سے ایک گروہ جو تیرے ساتھ ہیں۔

ومن الیل فتحجیدہ نافلاً لك دعسی انیبعتك ربك مقاماً محموداً (بنی اسرائیل ۷۹) اور رات کے کچھ حصہ میں اس قرآن کے ساتھ جاگتارہ یہ تیرے لئے نفل کے طور پر ہے عنقریب ہے کہ تیرا رب تجھے بڑے تعریف کے مقام پر کھڑا کرے گا۔

سورہ مزمل کی مذکورہ بالا آیات ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ آدھی یا دو تہائی رات نماز میں گزارہ کرتے تھے۔ آپؐ کا دستور یہ تھا کہ نماز عشاء کے فوراً بعد سو جاتے اور پھر عموماً نصف رات کے بعد بیدار ہو جاتے اور بقیہ رات نماز تہجد میں گزارتے اور بعض وقت فجر سے قبل تھوڑی دیر لیٹ جاتے۔ جس سے آپ کو کسی قدم آرام مل جاتا۔ آپؐ کا یہ طریق عمل آخر زندگی تک رہا باجماعت نمازوں میں تو عموماً قرآن مجید کی تلاوت مختصر ہوتی تھی کیوں کہ ان میں بوڑھے بچے اور

بہر کیف رکعتوں کی تعداد آٹھ ہو یا بیس عام طور پر دستور یہی ہے کہ امام سارا قرآن نماز تراویح میں سنا دیتا ہے۔

بالآخر دیگر مسائل کی طرح یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے۔ بعض لوگ آٹھ رکعت بڑھتے ہیں جیسا کہ خاتم الانبیاء محمد ﷺ کا طریق عمل آخر تک رہا اور خلافت اولیٰ کا اور بعض لوگ بیس رکعت پڑھتے ہیں جیسا کہ حضرت عمرؓ کے آخر دور خلاف میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ بہر صورت اس مسئلہ کو محل نزاع نہیں بنانا چاہئے بلکہ ہمیں رمضان المبارک کے احترام میں نماز تراویح کے علاوہ اور بھی نقلی عبادتیں کرنی چاہئے خاص طور پر آخری عشرہ میں جو لوگ اول شب میں نماز تراویح ادا کر لیتے ہیں ان کو چاہئے کہ کم از کم آخری عشرہ میں اس نماز کو نصف یا آخری شب میں ادا کریں اگر اللہ توفیق دے تو دونوں وقتوں میں ادا کریں تاکہ قربت الہی نصیب ہو اور جنت کا حقدار بنیں آمین!

﴿بقیہ صفحہ ۲۳ کالم ۲﴾

گو یا روزہ دار روزہ رکھ کر اپنے اس عزم کا اظہار کرتا ہے کہ اللہ کی رضا خاطر اگر اس کو انتہائی ضروری اور جائز چیزوں کو چھوڑنا بھی پڑے تو وہ اس سے دریغ نہیں کرے گا روزہ اسی قربانی کا سبق ہے۔ اس دنیا میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک جائز چیز بھی آدمی کے لئے ناجائز بن جاتی ہے اور ایک مطلوب چیز بھی نامطلوب کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے جو لوگ اس اعلیٰ دار فاعیانی درجہ پر پورے اترتے ہیں ان کے لئے اللہ کے یہاں اتنا بوجہ ہے جس کا نہ کوئی شمار ہے اور نہ کوئی حساب۔

روزہ کے بے شمار فضائل ہیں جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے ہمیں انہیں چند احادیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب روزہ دار کے منہ کی یوکی قدر و قیمت رب العلمین کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے تو اور سارے نیک اعمال جو روزہ کی حالت میں روزہ دار کرتا ہے ان کی احوال ہوگا۔

لذا مسلمان بھائیو! سے گزارش ہے کہ ماہ رمضان المبارک جو ہمارے پاس مہمان بن کر آیا ہے ہم ہر طرح سے اس کا عزت و احترام کریں روزہ کے علاوہ تراویح درس قرآن نقلی نمازیں زکوٰۃ و خیرات اور ہر طرح کے نیک اعمال سے حتی الامکان دریغ نہ کریں تاکہ یہ مہینہ ہمارے لئے باعث برکت و رحمت ہو اور ہم ان انعام و فضائل کے حقدار ہو سکیں جو اللہ تعالیٰ نے اس بابرکت مہینہ میں رکھی ہیں۔

☆☆☆

کرام اس نماز کے پابند تھے اگرچہ انہیں علم کہ یہ نماز فرض نہیں ہے اور ان میں سے بعض صحابہؓ نماز پڑھنے رات کو آخر حصہ میں مسجد آجایا کرتے تھے۔ دراصل یہ نماز تہجد ہی تھی جس نے بعد میں ”تراویح“ کی شکل اختیار کر لی روایت میں آتا ہے کہ حضورؐ نے ماہ رمضان میں نماز تہجد ادا کرنے پر خاص طور پر زور دیا ہے آپ کا فرمان ہے کہ جو کوئی ایمان رکھتے ہوئے اور اضاعے الہی کا طالب ہو کر رمضان کے مہینہ میں رات کی وقت نماز کے لئے جاگے اور قیام کرے اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں (بخاری کتاب الایمان)

روایات میں آتا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ اپنے لئے مسجد کے اندر ایک چھوٹا حجرہ بنا رکھا تھا جس میں ایک چٹائی بھی ہوئی تھی جس میں حضور ﷺ ماہ رمضان میں نماز تہجد کے لئے بیدار ہوئے بعض صحابہؓ جو مسجد میں حاضر تھے آپ کو دیکھا اور آپ کی اقتدار میں نماز ادا کی اس طرح سے یہ پہلی بار نماز تہجد باجماعت پڑھی گئی دوسری رات یہ مجمع زیادہ بڑھ گیا اور تیسری رات اس سے بھی زیادہ ہو گیا چوتھی رات آنحضرتؐ باہر تشریف نہ لائے اور فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اسے فرض نہ بنا لیا جائے نیز فرمایا کہ بہتر ہے کہ نماز تہجد کو گھر پر ہی ادا کی جائے۔

(بخاری کتاب الاذان)

اگرچہ عام لوگ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی اس تبدیلی کو لیکر کرتے ہوئے اس پر عمل پیدا ہوتے ہیں لیکن ماہ رمضان میں دو تہائی شب یا نصب شب کے بعد انفراداً تہجد کا ادا کرنا افضل اور قابل ترجیح ہے (بخاری)

رکعات تراویح میں اختلاف :- نماز تراویح کی رکعتوں کی تعداد صرف گیارہ ہے یعنی اس قدر جتنی نماز تہجد میں پڑھی جاتی ہیں جس میں تین رکعت وتر بھی شامل ہے اس سلسلہ میں دو متفق علیہ روایتی درج ذیل ہیں روایت اول من جاہل قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ فی رمضان ثمان رکعات والوتر حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ہمیں رمضان شریف میں تراویح پڑھائی آٹھ رکعات اور وتر پڑھائی۔ روایت دوم۔ ماکان یزدنی رمضان ولانی غیرہ علی احدی عشر رکعت۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ وتر سمیت صرف گیارہ رکعات پڑھائیں لیکن بعد میں یہ تعداد بیس تک بڑھادی گئی اور وتر اس کے علاوہ اس طرح وتر کل تعداد تیس بن جاتی ہے۔

فضائل ماہ رمضان و روزہ

اور رحمت کے دروازے کھول دے جاتے ہیں اور جو شخص محض للہ محمد ﷺ کے طریقے کے مطابق رمضان شریف کے روزے رکھتا ہے اس کے گزشتہ گناہ بخش دے جاتے ہیں..... اور جنت میں روزہ دار کے داخل ہونے کے لئے ایک خاص دروازہ ہے جس کا نام ریّان ہے۔

ایک روایت میں ہے روزہ ایک ڈھال ہے اس لئے روزہ دار کو فحش اور جہالت کی باتیں زبان پر نہیں لانا چاہئے..... اور یقیناً روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے وہ میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کھانے پینے اور دوسری خواہشات سے رکتا ہے روزہ میرے لئے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا

ایک روایت میں ہے رب العلمین کے پاس ایک ایسا ستر خوان ہے جس کی خوبصورتی نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہے اور نہ کسی کان نے اس کی تعریف سنی ہے اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گذرا ہے اس پر روزہ دار کے سوا کوئی نہیں بیٹھے گا دوسری روایت میں ہے کہ دسترخوان سونے کے جڑاؤ کا ہوگا۔

روزہ قربانی کا عمل ہے اور قربانی کا عمل سب سے زیادہ اعلیٰ عمل ہوتا ہے ایک حدیث میں روزہ کی اس امتیازی خصوصیت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابن آدم کا ہر نیک عمل دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا ہمدہ اپنی شہوت کو اور اپنے کھانے پینے کو میرے لئے چھوڑتا ہے روزہ دار کے لئے دو خوشی ہے۔ ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اس وقت ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملے گا۔

روزہ دیگر عبادتوں سے الگ ایک عبادت ہے روزہ دار اپنی جائز خواہش اور اپنے جائز کھانے اور پینے کو اللہ کی رضا کی خاطر چھوڑ دیتا ہے

﴿بقیہ صفحہ ۲۲ کالم ۲ پر﴾

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ شعبان کے آخری دنوں میں حضرت محمد ﷺ نے خطبہ دیا فرمایا اے لوگو! تم پر بڑے مرتبے والے مہینے نے سایہ ڈالا ہے۔ وہ برکت والا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کر دئے اور رات کا قیام (تراویح) سنت کیا ہے جو اس مہینہ میں نیک عادت کے ساتھ رب العلمین کی قربت تلاش کرے تو اس کو نفل کا ثواب اتنا ملتا ہے جتنا دوسرے مہینوں میں فرض کے ادا کی پر ملتا ہے۔ اور جس نے اس مہینہ میں فرض ادا کیا تو گویا کہ اس نے ستر فرض ادا کئے۔ اور یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ نیم خوری اور ہمدردی کا مہینہ ہے اور اس مہینہ میں مومن کی روزی بڑھادی جاتی ہے اور جس نے کسی کا روزہ افطار کر دیا تو اس کے بدلہ میں اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کی گردن آگ سے چھٹکارہ پاتی ہے اور اس کو اس روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کے ثواب میں کمی نہیں کی جاتی۔

صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم سب لوگ اتنی چیزیں نہیں پاتے کہ کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا سکیں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایک گھونٹ لسی یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی پلا کر کسی کا روزہ افطار کرائے گا اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا اور جو روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اس مومن کو کوثر سے سیرا کرے گا جو کبھی پیاسا نہ ہو گا یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔ اس مہینہ میں پہلا عشرہ رحمت کا ہے دوسرا مغفرت کا ہے اور تیسرا دوزخ سے آزادی کا ہے۔ اور جو شخص اس مہینہ میں اپنے نوکروں سے تھوڑا کام لے گا اور پوری تنخواہ دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور اس کو جنم سے آزاد کر دے گا (بہتھی)

ایک روایت میں ہے کہ رمضان المبارک کی پہلی رات کو شیاطین قید کر دئے جاتے ہیں اور جنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں۔ جنت

ہماری مطبوعات

قیمت	مصنف	نام کتاب
۱۵۰۰/- روپے	از حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم خالص ہدیہ	۱- تفسیر بیان القرآن (اردو) مکمل دو جلدیں
۱۵۰۰/- روپے	از حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم ہدیہ	۲- تلخیص بیان القرآن مکمل
۱۵۰/- روپے	از حضرت مولانا حضرت محمد علی صاحب مرحوم	۳- احادیث العمل (منتخب احادیث کا مجموعہ)
۳۰/- روپے	از حضرت مولانا محمد علی صاحب "تین جلدوں میں (ذریعہ طبع)	۴- دین اسلام (اسلامی عقائد و عبادات و معاملات قرآن و حدیث کی روشنی میں)
۳۰/- روپے	از شیر محمد ملک صاحب قیمت جلد ۱/۵۰ روپے غیر مجلد	۵- لائبریری (عصر حاضر کا اہم مسئلہ - بانی سلسلہ کی بنیادی اصطلاحات کی وضاحت)
۶۵/- روپے	از مولانا عبدالحق ودیارتھی مرحوم قیم	۶- میرا قبول اسلام (نو مسلمین کے تاثرات و حالات جو الحاج خواجہ کمال الدین صاحب "مبلغ اسلام" کی کوششوں سے مسلمان ہوئے تھے)
۴۰/- روپے	از مولانا محمد علی صاحب	۷- زندہ نبی کی زندہ تعلیم (سیرت نبوی پر مختصر اور بے مثال کتاب)
۴۵/- روپے	از مولانا محمد علی صاحب	۸- مجدد اعظم (۳ جلدیں) حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی سوانح عمری از ڈاکٹر بھارت احمد صاحب مرحوم
۲۰/- روپے	از مولانا محمد علی صاحب	۹- نماز اور ترقی کی تین راہیں
۲۰/- روپے	از مولانا عبدالحق ودیارتھی مرحوم قیم	۱۰- میثاق النبیین (رسول اللہ کی آمد کی بھارت دیکر مذاہب کی کتب مقدسہ میں)
۴۰/- روپے	از حضرت مولانا محمد علی صاحب	۱۱- جمع قرآن (تاریخ نزول و ترتیب قرآن و بعض شکوک کا ازالہ)
۷۵/- روپے	مرتبہ منظور الہی صاحب مرحوم	۱۲- نبوت کا ظہور اتم (سیرت رسول پر امتیازی کتاب الحاج خواجہ کمال الدین صاحب (مرحوم))
۱۰/- روپے	از مولانا محمد علی صاحب	۱۳- اسلام کیا ہے (اصول اسلام کی حقیقت بطور سوال و جواب)
۲۰/- روپے	از خواجہ کمال الدین صاحب	۱۴- ضرورت مجدد
۱۰/- روپے	از حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی	۱۵- مجدد کامل
۱۵/- روپے	از حضرت مولانا محمد علی صاحب	۱۶- کشتی نوح
۱۵/- روپے	از حضرت مولانا محمد علی صاحب	۱۷- رد تکفیر اہل قبلہ
۱۵/- روپے	از حضرت مولانا محمد علی صاحب	۱۸- وفات مسیح و نزول مسیح (قرآن و حدیث اور تاریخ کی روشنی میں)
۲۰/- روپے	از ملک شیر محمد خوشحالی	۱۹- حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کی حقیقت
۱۰۰/- روپے	از عبدالحق ودیارتھی صاحب	۲۰- معارف الحق
۱۰۰/- روپے	(حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعویٰ کے مختلف جزئیات پر مفصل بحث)	۲۱- مسیح موعود
۲۰/- روپے	از محمد ضیاء اللہ	۲۲- ہمارا خالق
۳۰/- روپے	از حضرت مرزا غلام احمد صاحب	۲۳- اسلامی اصول کی فلاسفی
۶۰/- روپے	از ابو ظفر خوشحالی مرحوم	۲۴- ہندوستانی مسلمان اور جہاد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا

L-25,A دلشاد گارڈن دہلی۔ ۱۱۰۰۹۵ فون :- ۲۲۹۶۶۱۶

نوٹ: شائقین حضرات کتب بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے چوتھائی رقم پیشگی رسال فرمائیں تاکہ بذریعہ وی پی کتب روانہ کی جائیں وصول شدہ رقم بل میں سے گھٹادی جائے گی۔ ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔ کل رقم ایڈوانس بھیجنے کی صورت میں کتب بذریعہ رجسٹرڈ بک پوسٹ بھیج دی جائیگی۔